محمود، فاروق، فرزانہ
اور انسپکٹر جمشید
سیریز
723
Atlantis
Publications
گھناؤنا وار
اشتیاق احمد

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

محمود، فاروق، فرزانہ اور

انسپکٹر جمشید کے کارنامے

گھناؤنا وار

اشتیاق احمد
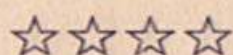
احادیث شریف
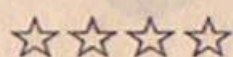
حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم نے ارشاد فرمایا کہ جبرئیل علیہ السلام میرے پاس یہ خوشی خبری لائے ہیں، اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا، جو شخص مجھ پر ایک مرتبہ درود بھیجے گا، اللہ تعالیٰ اس پر دس رحمتیں نازل فرمائیں گے اور جو مجھ پر دس بار درود بھیجے گا، حق تعالیٰ اس پر سو رحمتیں نازل فرمائیں گے۔

(مسلم)

☆☆☆☆
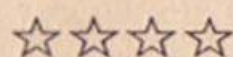
حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم نے ارشاد فرمایا، مجھ پر جمعے کے دن کثرت سے درود شریف پڑھا کرو، کیونکہ اس دن تمہارا درود مجھ پر پیش کیا جاتا ہے۔ (بیہقی)

☆☆☆☆

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم نے ارشاد فرمایا، قیامت کے دن مجھ سے سب سے زیادہ قریب وہ لوگ ہوں گے جو مجھ پر سب سے زیادہ درود بھیجتے ہوں گے۔ (ترمذی)

☆☆☆☆

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم نے ارشاد فرمایا، اللہ تعالیٰ کے کچھ فرشتے ہیں جو پوری دنیا میں گشت کرتے رہتے ہیں اور میری امت میں سے جو شخص مجھ پر درود و سلام بھیجتا ہے، وہ میرے سامنے لاکر پیش کردیتے ہیں۔

(نسائی۔دارمی۔مشکوۃ۔بیہقی۔ابن حبان)

Atlantis Publications
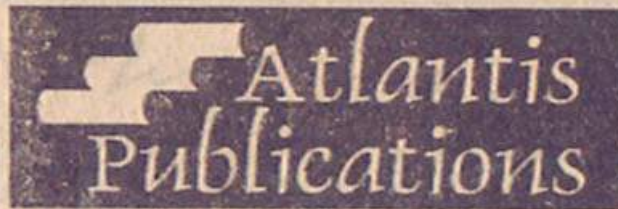
تفریح بھی ، تربیت بھی

اٹلانٹس پبلکیشنز صحت مند، اصلاحی اور دلچسپ کہانیوں اور ناولوں کی کم قیمت اشاعت کے ذریعے ہر عمر کے لوگوں میں مطالعے اور کتب بینی کے فروغ کیلئے کوشاں ہے۔

ناول — گھناؤنا وار

نمبر — 723

پبلشر — فاروق احمد

قیمت — [illegible] روپے

ناول حاصل کرنے اور ہر قسم کی خط و کتابت اور رابطے کیلئے مندرجہ ذیل پتے پر رابطہ کریں۔

والدین، اساتذہ اور مدرسوں کے منتظمین کے نام ایک پیغام

آج کا دور مقابلے اور مسابقت کا دور ہے۔ ہر کام میں اعلیٰ ترین پیشہ ورانہ مہارت درکار ہوتی ہے۔ زندگی کا کوئی بھی شعبہ ہو.... اس کے متعلق چاہے آپ نے کتنی ہی اعلیٰ تعلیمی ڈگریاں حاصل کررکھی ہوں.... کتنا ہی آپ کا تجربہ کیوں نہ ہو.... اپنے شعبے سے متعلق جدید ترین تحقیق اور انفارمیشن آپ کیلئے مسلسل حاصل کرتے رہنا ناگزیر ہو چکا ہے۔

اور آپ یہ انفارمیشن کہاں سے حاصل کرتے ہیں.... صرف اور صرف کتابوں، رسائل اور تحقیقی مقالوں سے.... اب چاہے یہ کتابیں، رسائل اور مقالے کاغذ کے پلندوں یا کتابی صورت میں ہوں یا پھر انٹر نیٹ پر ویب صفحات کی شکل میں.... آپ کو انہیں پڑھنا تو پڑے گا۔ مطالعے سے آپ صرف ایک صورت میں جان چھڑا سکتے ہیں.... اس صورت میں کہ آپ عملی زندگی میں پیچھے رہیے.... آمدنی کم رکھنے اور نچلے درجے کی زندگی گزارنا گوارہ کرلیں.... کیونکہ کامیابی کی ہر منزل مطالعے سے گزر کر ہی آتی ہے۔

لیکن کیا مطالعہ اور وہ بھی خشک تحقیقی معلومات کا.... آسان بات ہے؟ اگر آپ کا جواب نفی میں ہے تو اس معاشرے کے ننانوے فیصد لوگ آپ کے ہم خیال ہیں۔ جب ہم کہتے ہیں.... مطالعے کی عادت.... تو صرف اس لئے کہ بچپن سے مطالعے کی عادت کے بغیر بڑے ہونے پر آپ مطالعے کی صلاحیت سے خود کو محروم پاتے ہیں.... اور کوشش کے باوجود ایک دو صفحات پڑھ کر خود کو دردِ سر میں مبتلا ہونے نہیں بچا پاتے۔

لہٰذا مطالعے کی عادت بچپن سے ہی ڈالنی پڑتی ہے.... مسلسل کئی کئی گھنٹے بے تکان پڑھنا.... کتابوں، تحقیقی رسائل، ریسرچ پیپرز میں مسلسل سر کھپانا.... اپنے پیشے سے انصاف کیلئے جدید ترین معلومات کے حصول کیلئے مطالعہ کرنا یقین جانئے صرف انہی لوگوں کا کام ہے جو بچپن سے مطالعے کے عادی ہوتے ہیں.... اور یہ عادت پڑتی ہے بچپن میں اپنی پسند کی دلچسپ کہانیاں وغیرہ پڑھنے سے۔

یہ ہر صورت میں مدنظر رکھنا پڑتا ہے کہ کتابیں، کہانیاں معیاری ہوں اور جن ادیبوں کی کتابیں بچوں کو پڑھنے کو دی جائیں.... وہ ہماری معاشرتی اقدار، دینی روایات اور اس حقیقت سے آگاہ ہوں کہ بچوں کو کیا بتانا ہے.... کیسے بتانا ہے.... اور کس انداز سے بتانا ہے۔

اپنے بچوں کو مطالعے کا عادی بنائیے۔ ان کو دلچسپ اور سبق آموز کہانیاں وغیرہ لا کر دیجئے۔ ہمیں یقین ہے کہ آپ اپنے بچوں کو بہترین تعلیم دلا رہے ہیں۔ لیکن غور طلب بات یہ ہے کہ آپ انہیں مطالعے کا عادی بنا رہے ہیں یا صرف رٹو طوطے جو کتابوں کو سر پڑے کا سودا سمجھتے ہیں۔ آپ بہتر جانتے ہیں کہ تعلیم ایک مسلسل عمل کا نام ہے۔ یہ صرف اسکول اور کالج کی اسناد تک محدود نہیں.... لہٰذا اسکول اور کالج کی تعلیم مکمل ہونے کے برسوں بعد عملی زندگی میں کامیابی کے حصول کیلئے جو تعلیم درکار ہوتی ہے.... وہ مطالعے کی عادت کی محتاج ہوتی ہے۔ اور ہر اچھی یا بری عادت کی بنیاد بچپن اور لڑکپن میں پیوست ہوتی ہیں۔

------------☆☆☆☆------------

دو باتیں

السلام علیکم!

گھناؤنا وار بچوں کا اسلام میں شائع ہوا تھا۔ اس وقت یہ معلوم نہیں تھا کہ یہ کتابی شکل میں بھی شائع ہوگا اور یہ معرکہ بھی فاروق احمد صاحب ماریں گے.... انہوں نے اس کا ذکر کیا، میں نے کہا، ضرور شائع کریں۔ بھلا مجھے کیا اعتراض ہوسکتا تھا سو انہوں نے اس کو پروگرام میں شامل کرلیا اور یہ اب آپ کے ہاتھوں میں ہے۔

ویسے سچی بات یہ ہے کہ فاروق احمد اب سچ مچ پبلشر بنتے جارہے ہیں۔ اور تو اور یہ پبلشرز والے ہتھکنڈوں سے بھی واقف ہوتے جارہے ہیں۔ اور میرے بھی کان کاٹنے لگے ہیں.... میں ان سے اپنے کان کب تک کٹواتا ہوں... کچھ کہہ نہیں سکتا... ان کی ہمت اور میری برداشت کا معاملہ ہے... اس گاڑی کے بھی دو پہیے ہیں، ان کی ہمت جواب دے گئی یا میری برداشت دم توڑ گئی تو بس معاملہ ٹھس... لہٰذا ان کے لئے بہتر ہوگا کہ مزید کان نہ کاٹیں اور میرے لئے بہتر ہوگا کہ انہیں اچھا پبلشر بننے میں مدد دوں... تاکہ یہ گاڑی رواں دواں رہے... اور درویش کی صدا کیا ہے؟... ایک تو یہ درویش صاحب ہر جگہ آدھمکتے ہیں، شاید انہیں کوئی اور کام نہیں ہے، امید ہے کہ آپ ان کے ساتھ ساتھ مجھے بھی معاف کردیں گے اور ساتھ میں فاروق احمد صاحب کو بھی...

شکریہ

اشتیاق احمد

حلیے

فون کی گھنٹی بجی، انسپکٹر جمشید نے فائل پر سے نظر ہٹائے بغیر ریسیور اٹھالیا۔ دوسری طرف سے ان کے آئی جی شیخ نثار احمد کی آواز سنائی دی:

''جمشید! اسماعیل احمد، 308 راوی ٹاؤن کو حکومت فوری طور پر جیل میں دیکھنا چاہتی ہے، اسی لیے یہ کام تمہارے ذمے لگایا جارہا ہے تاکہ میں افسران کو یقین دلا سکوں کہ ایک گھنٹے کے اندر اندر اسماعیل احمد جیل کی سلاخوں کے پیچھے ہوگا۔''

''اسماعیل احمد! یہ نام میرے لیے بالکل نیا ہے سر! اس شخص کا جرم کیا ہے؟''

''مجھے بتایا نہیں گیا، نہ مجھے معلوم کرنے کی ضرورت ہے، افسران اس کی گرفتاری چاہتے ہیں اور بس۔''

''بہت بہتر! میں حکم کی تعمیل کروں گا، لیکن اگر وہ شخص بے گناہ ہوا تو اس کی گرفتاری پر مجھے افسوس ہوگا۔''

''جمشید! یہ ہم بعد میں دیکھ لیں گے، پہلا مسئلہ اس کی گرفتاری کا ہے، افسران نہ جانے کیوں، اس سلسلے میں بہت زیادہ پریشان ہیں۔''

''اچھی بات ہے سر! میں ابھی اور اسی وقت روانہ ہورہا ہوں۔''

''تو میں افسران سے کہہ دوں، ایک گھنٹے کے اندر اسماعیل احمد جیل میں ہوگا۔''

''اگر یہ شخص گھر میں نہ ملا، گھر کے افراد سے معلوم بھی نہ ہو سکا کہ وہ کہاں ہے، تب یہ کام شاید ایک گھنٹے میں نہ ہو سکے۔''

''نہیں جمشید! تمہیں یہ کام ایک گھنٹے میں ہی کرنا ہے، اس کے علاوہ کوئی بات افسران سننے کو تیار نہیں، جمشید! میں تو تمہاری بات سن لوں گا، تمہاری مجبوری کو مان لوں گا، انہیں کون سمجھائے گا، یہ سوچ لو۔''

''اچھی بات ہے سر... میں جا رہا ہوں، اللہ کو جو منظور۔''

دوسری طرف سے فون بند کر دیا گیا۔ انسپکٹر جمشید نے فوراً گھنٹی کا بٹن دبا دیا، چپراسی اندر داخل ہوا تو وہ بولے:

''سب انسپکٹر اکرام سے کہیں 308 راوی روڈ فوراً پہنچ جائیں۔''

ان الفاظ کے ساتھ ہی وہ باہر کی طرف دوڑ پڑے۔ جلد ہی وہ جیپ میں اُڑے جا رہے تھے، ایسے میں انہیں محمود، فاروق اور فرزانہ کا خیال آیا۔ انہوں نے موبائل جیب سے نکالا اور ایک ہاتھ سے سٹیرنگ کو سنبھالتے ہوئے نمبر ملایا۔ سلسلہ ملتے ہی انہیں اپنی بیگم کی آواز سنائی دی:

''السلام علیکم بیگم! بچے کہاں ہیں۔''

''تینوں بچے ابھی ابھی اپنے دوست کے گھر گئے ہیں، انہیں اچانک جانا پڑا، اس لیے آپ سے اجازت بھی نہ لے سکے، مجھے بتا کر چلے گئے۔ ان کے دوست کے والد کسی مسئلے پر پریشانی کا شکار ہو گئے ہیں۔''

''اوہو اچھا... خیر میں موبائل پر ان سے بات کر لیتا ہوں۔''

یہ کہہ کر انہوں نے محمود کا نمبر ڈائل کیا، لیکن فون بند تھا۔ فاروق اور فرزانہ کا موبائل بھی بند ملا، انہوں نے سر کو ایک جھٹکا دیا اور جیپ کی رفتار اور بڑھا دی۔ اسی وقت انہیں اپنے پیچھے سب انسپکٹر اکرام کی جیپ آتی نظر آئی، اس کے

پیچھے پولیس کی بڑی گاڑی چلی آ رہی تھی... اکرام برابر رفتار بڑھا رہا تھا، یہاں تک کہ وہ ان کے برابر پہنچنے میں کامیاب ہو گیا۔

"308 راوی روڈ پر کیا معاملہ ہے سر؟"

"وہاں کوئی اسماعیل احمد نامی شخص رہتا ہے، اس کی گرفتاری کا حکم ملا ہے، ایک گھنٹے کے اندر اندر اسے جیل کی سلاخوں کے پیچھے ہونا چاہیے۔"

"اس کا جرم کیا ہے سر۔"

"یہ نہیں معلوم... آئی جی صاحب کو بھی نہیں بتایا گیا۔"

"اللہ اپنا رحم فرمائے۔" اکرام کے منہ سے نکلا۔

"کیوں اکرام! کیا بات ہے۔"

"کہیں یہ گرفتاری بھی ہمارے دل و دماغ پر بوجھ نہ بن جائے سر۔"

"میں بھی ایسا محسوس کر رہا ہوں۔"

ٹھیک پندرہ منٹ بعد مکان نمبر 308 کو اکرام کے ماتحت گھیرے میں لے چکے تھے اور اس وقت شام کے چار بج رہے تھے، یہ سب سادہ لباس میں تھے، اس لیے لوگ ان کے آس پاس جمع نہیں ہوئے تھے۔ انسپکٹر جمشید اور اکرام پرسکون انداز میں چلتے دروازے پر پہنچے۔ اکرام نے گھنٹی کا بٹن دبا دیا۔ اندر کہیں گھنٹی بجنے کی آواز سنائی دی۔ ایک منٹ گزر گیا، لیکن دروازہ کھولنے کوئی نہ آیا۔ اکرام نے دوبارہ گھنٹی بجائی، لیکن کسی نے دروازہ نہ کھولا:

"اکرام دروازہ توڑ دو، شاید اس شخص کو پہلے سے اندازہ ہے، اس لیے دروازہ نہیں کھول رہا۔" انسپکٹر جمشید نے برا سا منہ بنایا۔

اور پھر اکرام کے ماتحتوں نے دروازہ توڑ دیا، وہ اندر داخل ہو گئے، یہ تین کمروں کا ایک چھوٹا سا، خوب صورت اور صاف ستھرا مکان تھا، لیکن اس میں کوئی

نہیں تھا۔ تمام چیزیں اپنی جگہ پر رکھی تھیں، کہیں کسی گڑبڑ کے آثار نظر نہ آئے:

"دروازہ اندر سے بند ملا ہے اکرام، اس کا مطلب ہے، وہ چھت کے راستے فرار ہوا ہے... ہم اس مکان کا جائزہ بعد میں لیں گے، یہاں فی الحال دو کانسٹیبلوں کو چھوڑ دو، میرے ساتھ آؤ چھت پر۔"

یہ کہہ کر وہ تیزی سے اوپر چڑھتے چلے گئے۔ چھت سنسان پڑی تھی۔ دائیں بائیں اور پچھلی طرف مکانات کے سلسلے تھے، لیکن اسماعیل احمد کے مکان کی چھت بہت نیچی تھی، تینوں طرف کے مکان اونچے اونچے تھے۔ گویا وہ ان میں سے کسی مکان کی چھت پر نہیں اتر سکتا تھا۔

ایک بار تو ان کے سر گھوم گئے۔

"یہ کیا اکرام... اگر وہ چھت کے راستے نہیں گیا اور بیرونی دروازہ اندر سے بند تھا تو پھر وہ کس راستے سے باہر گیا ہے، اس مکان میں تو باہر جانے کا اور کوئی بھی راستہ نہیں ہے۔" انسپکٹر جمشید نے حیران ہو کر کہا۔

"تب پھر اس مکان میں کوئی چھپنے کی جگہ موجود ہے... وہ اس جگہ چھپا ہوا ہے سر۔" اکرام نے فوراً کہا۔

"اب اس خیال کے تحت دیکھ لیتے ہیں۔"

وہ نیچے اتر آئے۔ جلدی جلدی تینوں کمروں اور صحن کا جائزہ لیا، لیکن کوئی چھپنے کی جگہ نظر نہ آئی۔

"اب... اب کیا ہوگا سر۔" اکرام پریشان ہو گیا۔

"افسران آئی جی صاحب پر ناراض ہوں گے اور آئی جی صاحب ہم پر... لیکن اس میں ہمارا کیا قصور ہے اکرام... تم دیکھ رہے ہو، حکم ملتے ہی ہم دفتر سے چل پڑے تھے اور پندرہ منٹ کے اندر یہاں پہنچ گئے تھے، میں اور تم مخبری نہیں کر سکتے، ماتحتوں کو

ہم پہلے ہی کچھ بتانے کے عادی نہیں ہیں۔''

''سوال یہ ہے کہ وہ غائب کس طرح ہو گیا۔''

''ٹھہرو اکرام... تینوں پڑوسیوں میں سے کوئی ایک اگر اپنی چھت سے سیڑھی لٹکا دے، تب وہ ضرور اس کے ذریعے سے پڑوسی کی چھت پر اتر سکتا تھا... آؤ اکرام... جلدی۔''

ایک بار پھر وہ چھت پر پہنچ گئے، انہوں نے تینوں مکانوں کی دیواروں کو بغور دیکھا، ایک دیوار پر تازہ رگڑ کے نشانات صاف نظر آ گئے:

''وہ اس مکان کی چھت پر اتر کر فرار ہوئے ہیں... آؤ جلدی کرو۔''

وہ بلا کی تیزی سے نیچے اترے، جلد ہی انہوں نے اس مکان کے دروازے پر دستک دی، گھنٹی بجتے ہی ایک ادھیڑ عمر آدمی باہر نکل آیا:

''جی فرمایئے۔''

اسماعیل احمد کہاں ہے۔''

''ان کا مکان یہ ساتھ والا ہے۔''

''آپ نے انہیں فرار ہونے میں مدد دی ہے... ہمارا تعلق پولیس سے ہے۔''

''اوہ! یہ بات ہے۔'' وہ چونکا۔

''ہاں! یہی بات ہے، وہ کس طرف گیا ہے، فرار ہونے کے سلسلے میں اس نے کیا کہا تھا۔''

''اس نے فون پر رابطہ کیا تھا کہ وہ اپنے مکان کے دروازے سے باہر نہیں نکل سکتا، باہر اس کے لیے خطرہ ہے... لہٰذا آپ ذرا سیڑھی لٹکا دیں، سو میں نے پڑوسی ہونے کے ناطے ان کی مدد کی... کیا ایسا کر کے میں نے کوئی جرم کیا ہے، جب کہ مجھے معلوم بھی نہیں تھا کہ پولیس اسے گرفتار کرنا چاہتی ہے۔''

"نہیں! آپ پر کوئی الزام نہیں، کیا وہ اکیلا تھا۔"

"یہاں سے جاتے وقت ان کے بیوی بچے ساتھ نہیں تھے، وہ ایک دن پہلے اپنے گاؤں چلے گئے تھے... آج وہ گھر میں تنہا تھے، لیکن جب وہ یہاں سے گئے ہیں تو ان کے ساتھ دو لڑکے اور ایک لڑکی تھی۔ میں نے انہیں پہلے کبھی نہیں دیکھا، میں انہیں نہیں جانتا، نہ ان کے پاس کچھ بتانے کا وقت تھا۔"

"کیا مطلب... کیا آپ ان تینوں کے حلیے بتا سکتے ہیں۔"

"لڑکے تو قدرے بڑے تھے، پندرہ سولہ سال کی عمر کے... لیکن لڑکی کی عمر 12 سال کے لگ بھگ تھی۔" یہ کہہ کر اس نے ان کے حلیے بتا دیے۔

حلیے سن کر انسپکٹر جمشید اور اکرام زور سے اچھلے۔ ان کی آنکھیں مارے حیرت کے پھیل گئیں۔

☆O☆O
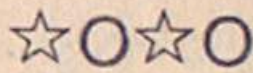
ارے باپ رے

خان رحمان کے دروازے کی گھنٹی بجی۔ ان کا ملازم ظہور کپڑوں کو استری کررہا تھا۔ گھنٹی کی آواز سن کر استری کپڑوں پر چھوڑ کر وہ دروازے کی طرف لپکا اور دروازہ کھولے بغیر بولا:

''کون؟''

''انکل جلدی دروازہ کھول دیں۔''

''مم... میں انکل جلدی نہیں، ظہور ہوں۔'' وہ بوکھلا گیا۔

''اوہو! میں محمود ہوں، آپ دروازہ کھولیں...''

''آہا! یہ تو اپنے محمود ہیں... فاروق، فرزانہ اور انسپکٹر جمشید والے محمود... یہ لیجیے کھول دیا دروازہ، اب کیا حکم ہے۔''

محمود، فاروق اور فرزانہ ایک ادھیڑ عمر شخص کے ساتھ فوراً اندر داخل ہو گئے اور دروازہ اندر سے بند کر دیا۔

''یہ یہ کون صاحب ہیں۔''

''انکل خان رحمان کہاں ہیں، یہ بتائیں... اوہو... یہ کیا چیز جلنے کی بو آرہی ہے۔''

''ارے باپ رے... صاحب کا نیا سوٹ جل گیا... آگئی شامت۔''

اسی وقت خان رحمان کی گرج دار آواز گھر میں گونجی:

"ظہور کے بچے... کہیں پھر میرا سوٹ تو نہیں جلا دیا اور یہ دروازے پر کون ہے۔"

"جی... وہ... دروازے پر سوٹ ہے اور محمود بھائی واقعی جل گئے ہیں۔"

"کیا کہہ رہے ہو۔" خان رحمان کی حیرت میں ڈوبی آواز سنائی دی۔

اس وقت تک ظہور استری سٹینڈ کی طرف دوڑ لگا چکا تھا اور اسی وقت خان رحمان اپنے کمرے سے نکل کر ان کے سامنے آ گئے۔

"اوہو... یہ تم ہو محمود... فاروق اور فرزانہ ننھی منی بچی... اور... اور یہ کون صاحب ہیں۔"

"انکل! اپنا موبائل بند کر دیں، دوسرے فون کی پن نکال دیں... ابا جان انہیں گرفتار کرنے کے لیے آ رہے ہیں۔"

"کون ابا جان۔" خان رحمان بوکھلا اٹھے۔

"لیجیے! پوچھ رہے ہیں کون ابا جان... ہم اپنے ابا جان کی بات کر رہے ہیں، یعنی آپ کے دوست انسپکٹر جمشید کی۔"

"ارے باپ رے... وہ ان صاحب کو گرفتار کرنے آ رہے ہیں۔"

"ہاں! یہی بات ہے۔"

"لیکن کیوں۔"

"اس تفصیل میں جانے کا وقت نہیں... پہلے آپ فون بند کر دیں اور بتائیں... ہم انہیں کہاں چھپائیں۔"

"اگر گرفتار کرنے کے لیے انسپکٹر جمشید آ رہے ہیں تو انہیں ہم جہاں بھی چھپائیں... وہ ایک منٹ میں ان تک پہنچ جائیں گے... آؤ جلدی کرو... میں راستے میں پوچھ لوں گا... کیا معاملہ ہے... اور ظہور کے بچے... میں اپنا نیا سوٹ جلنے کی بو

صاف محسوس کر رہا ہوں... آ کر تم سے نبٹوں گا... ایک گھنٹے کے لیے کان نہ پکڑوائے تو میرا نام خان رحمان نہیں۔''

''آپ کو کیسے پتا چلا کہ نیا سوٹ جلا ہے یا پرانا... کیا نئے کی بو اور ہوتی ہے اور پرانے کی اور... دوسری بات آپ دوسرا نام کیا رکھیں گے۔''

''کیا مطلب؟''

''میرا مطلب ہے... اگر آپ مجھے ایک گھنٹے تک کان نہ پکڑوا سکے... تو آپ کا نام خان رحمان تو رہے گا نہیں، اس صورت میں کیا رکھیں گے۔''

''اوہو انکل... اگر ابا جان یہاں پہنچ گئے تو پھر ہم کچھ نہیں کر سکیں گے اور یہ جیل کی سلاخوں کے پیچھے ہوں گے اور ہم سلاخوں سے باہر۔''

''کک... کیوں... ہم باہر کیوں ہوں گے۔''

''تو کیا آپ چاہتے ہیں، ہم بھی ان کے ساتھ جیل میں ہوں... میرا مطلب ہے... پھر ہم جیل کی سلاخوں سے باہر کھڑے ہو کر ان سے بات کر رہے ہوں گے۔''

''اچھا خیر... دیکھتے ہیں۔'' وہ باہر کی طرف لپکے۔

''پہلے فون بند کر دیں۔''

وہ اندر کی طرف دوڑ پڑے۔ جلد ہی ان کی واپسی ہوئی۔

''فون بند کر دیا ہے، موبائل بھی بند ہے اور کیا کروں۔''

''ہمارے ساتھ چلیں۔''

وہ باہر کی طرف دوڑ پڑے۔ جلد ہی خان رحمان کی گاڑی میں بیٹھے اڑے جا رہے تھے۔

''اب بتاؤ، مسئلہ کیا ہے اور یہ سوچ لو... تم جمشید سے کسی طرح بازی نہیں لے جا سکتے، ان کے مقابلے میں تم کل کے بچے ہو۔'' خان رحمان نے جلدی جلدی کہا۔

''ہم ان باتوں کو سمجھتے ہیں انکل، لیکن مجبور ہیں، انکل محمد اسماعیل کی مدد کرنے پر مجبور ہیں۔''

''پہلے یہ بتاؤ... چلنا کہاں ہے۔''

''میرا خیال ہے، ان حالات میں سب سے بہترین جگہ پروفیسر داؤد انکل کی تجربہ گاہ رہے گی، انکل کے پاس ہمیں، چھپانے کی کئی جگہیں نکل آئیں گی۔''

''نکل ضرور آئیں گی، لیکن جمشید وہاں پہنچ جائے گا۔''

''فی الحال آپ وہیں چلیں... پہلے ان کی کہانی سن لیں، ابھی کچھ دیر پہلے ہمیں ان کا فون ملا، انہوں نے اپنا تعارف کرایا، یہ ایک مجاہد ہیں، ان کے ملک پر عیسائیوں نے حملہ کیا تھا، بہت سے دوسرے غیر مسلم ملکوں کی مدد سے جب ان پر حملہ ہوا تو ان کے ایک ایک فوجی نے جان کی بازی لگا کر مقابلہ کیا اور خوب کیا۔ قریباً ایک ماہ تک دشمن کے دانت کھٹے کیے، لیکن آخر ان کے وسائل ختم ہو گئے اور انہیں پسپائی اختیار کرنا پڑی... اب ان کے ملک پر ایک طرح سے عیسائیوں کا قبضہ ہے، ظاہر میں ان لوگوں نے ان کے ملک کے ہی ایک شخص کو حکمران بنا رکھا ہے، یعنی وہ کٹھ پتلی حکمران ہے، یہ اور ان جیسے پسپائی اختیار کرنے کے بعد ادھر ادھر پناہ لے چکے ہیں، اب کوئی کہیں ہے تو کوئی کہیں، یہ اتفاق سے کسی طرح ہمارے ملک میں داخل ہونے میں کامیاب ہو گئے، یہاں اپنے ایک دوست کے ہاں انہوں نے پناہ لے لی، عیسائی حکومت کے جاسوس اس وقت سے ان جیسے حضرات کا سراغ لگاتے پھر رہے ہیں، جہاں کوئی ملتا ہے، اسے گرفتار کر لیتے ہیں اور اپنے ملک بھیج دیتے ہیں یا اس کٹھ پتلی حکمران کے حوالے کر دیتے ہیں اور پھر یہ بے چارے قید میں سڑتے ہیں، ان گنت لوگ ایک دوسرے ملک میں ان عیسائیوں نے قید کر رکھے ہیں۔ آج انہیں ان کے کسی خفیہ ہمدرد نے خفیہ طور پر اطلاع دی کہ ان کا سراغ لگا لیا گیا ہے اور ان کی گرفتاری کی ذمے

داری انسپکٹر جمشید پر ڈال دی گئی ہے، انہیں تو خیر معلوم بھی نہیں ہوگا کہ جس شخص کی گرفتاری کا انہیں حکم دیا گیا ہے، ان کا جرم کیا ہے... ہم آپ سے پوچھتے ہیں انکل... ان کا جرم کیا ہے... کیا اپنے ملک کا دفاع کرنا جرم ہے۔''

''ہرگز نہیں...'' خان رحمان بولے۔

''اب ہماری حکومت کی مجبوری یہ ہے کہ وہ عیسائی حکومت دنیا کی بہت بڑی طاقت بن چکی ہے، ہر ملک پر دباؤ ڈال سکتی ہے... سو اس کا ہمارے ملک پر بھی خوب دباؤ ہے، اس دباؤ کے تحت وہ ان جیسے حضرات کو ہماری حکومت کے تعاون سے گرفتار کر رہے ہیں... ان حالات میں انہوں نے ہمیں فون کر دیا، اس وقت تو خیر ہمیں معلوم ہی نہیں تھا کہ یہ ہمیں مدد کے لیے کس سلسلے میں بلا رہے ہیں۔ جب ہم ان کے پاس پہنچے تو انہوں نے اپنی یہ کہانی سنائی... ابا جان کا نام سن کر ہم گھبرا گئے اور انہیں فوری طور پر وہاں سے نکال لائے، سیدھے آپ کے پاس پہنچے۔''

''انہیں تمہارے بارے میں کیسے معلوم ہوا۔''

''ان کے جس ہمدرد نے انہیں بتایا کہ ان کا سراغ لگا لیا گیا ہے اور ان کی گرفتاری کی ذمے داری انسپکٹر جمشید کو سونپی گئی ہے... انہی نے انہیں مشورہ دیا تھا کہ یہ ان کے بچوں کو مدد کے لیے بلائیں، کیونکہ ان حالات میں ان کے اگر کوئی کام آ سکتا ہے... تو یہ بچے۔''

''یہ باتیں بہت عجیب ہیں... آخر ان کا وہ ہمدرد کون ہے۔''

''یہ ہم نے ابھی تک ان سے نہیں پوچھا۔'' یہ کہہ کر محمود محمد اسماعیل کی طرف مڑا:

''کیا آپ اس بارے میں کچھ بتانا پسند کریں گے۔''

''ہمارے بہت سے ہمدرد پہلے سے آپ کے ملک میں موجود ہیں، انہوں نے ہمیں سرحد پار کرانے میں مدد دی تھی... لیکن وہ سامنے نہیں آئے... نہ مجھے ان کے

بارے میں کچھ معلوم ہے۔''

''اس کا مطلب ہے... آپ جس شخص کے گھر میں ٹھہرے ہوئے تھے، اس کا تعلق ضرور آپ کے اس مددگار سے ہے، تبھی اس نے آپ کو ان کے گھر جانے کا مشورہ دیا تھا اور انہیں اس کا فون نمبر تک معلوم ہے، ورنہ وہ آپ کو خطرے کی اطلاع کیسے دیتا۔''

''بالکل یہی بات ہے۔''

''اس صورت میں آپ کا میزبان خطرے میں ہے۔''

''جی نہیں... جونہی میں ان لوگوں کے ساتھ نکلا... وہ بھی وہاں سے نکل گیا تھا، کیونکہ اس نے خطرے کو بھانپ لیا تھا، اب میں نہیں جانتا، وہ کہاں گیا ہے... یا کہاں ملے گا... نہ میں اس ہمدرد کے بارے میں جانتا ہوں، میری کہانی تو بس اتنی سی ہے، میری وجہ سے اگر آپ مشکل سے دوچار ہوں تو آپ بھی میری مدد سے ہاتھ اٹھالیں، اور مجھے جانے دیں... میں خود کسی طرف نکل جاؤں گا اور اگر مجھے قانون کے حوالے کرنا چاہتے ہیں تو بھی میں آپ لوگوں کو مشکل میں نہیں ڈالوں گا۔''

''اب یہ نہیں ہو سکتا، ہم جو قدم اٹھا چکے، اٹھا چکے... جو ہوگا، دیکھا جائے گا۔''

''سوال یہ ہے محمود! اگر ہم جمشید کو یہ ساری بات بتا دیں تو کیا وہ انہیں گرفتار کیے بغیر رہ جائیں گے۔''

''نن نہیں... وہ اب ایسا نہیں کر سکتے، لیکن انہیں گرفتار کرنا ان کے لیے بہت دردناک ہوگا۔''

''شاید ہم بہت مشکل صورت حال سے دوچار ہونے والے ہیں۔'' فاروق کے منہ سے نکلا۔

''اللہ اپنا رحم فرمائے۔'' فرزانہ نے پریشان ہو کر کہا۔

اسی وقت وہ تجربہ گاہ کے دروازے پر پہنچ گئے۔ چوکیدار چونکہ خان رحمان کی کار کو پہچانتا تھا، اس لیے اس نے فوراً دروازہ کھول دیا۔

''انکل! چوکیدار سے پہلے یہ پوچھ لیں... یہاں انسپکٹر جمشید تو نہیں آئے۔''

انہوں نے سر ہلا دیا، گاڑی آگے بڑھائی... پھر چوکیدار سے سوال پوچھا:

''انسپکٹر جمشید تو ادھر نہیں پہنچے۔''

''جی... جی نہیں۔''

اور انہوں نے گاڑی آگے بڑھا دی، پھر تجربہ گاہ والے دروازے کی گھنٹی بجائی۔

آواز سنتے ہی پروفیسر داؤد جان گئے کہ خان رحمان آئے ہیں۔ وہ باہر کی طرف لپکے... ادھر انہوں نے دروازہ کھولا، ادھر وہ اندر داخل ہو گئے اور دروازہ اندر سے بند کر لیا:

''ارے ارے... یہ کیا بھئی... کیا کوئی خطرہ ہے۔'' پروفیسر گھبرا گئے۔

''کوئی ایسا ویسا خطرہ... ہمیں فوری طور پر چھپا دیں... اور اپنے تمام فون بند کرا دیں...''

''ارے باپ رے... معاملہ کیا ہے۔'' پروفیسر داؤد اور زیادہ گھبرا گئے، ساتھ ہی ان کی نظریں اسماعیل احمد پر پڑیں۔

وہ بہت زور سے اچھلے۔ ان کی آنکھوں میں خوف دوڑ گیا... ایسے میں تجربہ گاہ کے دروازے پر دستک ہوئی۔ وہ بری طرح اچھلے۔

انداز انسپکٹر جمشید کا تھا۔

☆O☆O

یہ کیا ہوا

''لیجیے! وہ تو آ بھی گئے۔'' فاروق نے بوکھلا کر کہا۔

''انکل دروازہ نہ کھولیے گا اور فوری طور پر ہمیں کہیں چھپا دیں... ایسی جگہ جہاں ابا جان نہ پہنچ سکیں۔'' محمود نے سرگوشی کی۔

''نن... ناممکن۔'' پروفیسر داؤد کانپ گئے۔

''اس ناممکن کو ممکن بنانا ہوگا... آیئے چلیں۔''

یہ کہہ کر محمود نے پروفیسر داؤد کا ہاتھ پکڑا اور اندر کی طرف دوڑ لگا دی۔ باقی بھی اندر کی طرف دوڑے۔

''جمشید پہنچ جائے گا... ہم کہیں بھی چھپ جائیں... کوئی فائدہ نہیں۔'' پروفیسر داؤد نے گھبرائی ہوئی آواز میں کہا۔

''وہ بعد کی بات ہے... اچھا آپ یوں کریں... تجربہ گاہ کے پچھلے دروازے سے ہمیں باہر نکال دیں... ابا جان کو آپ کسی نہ کسی طرح چند منٹ کے لیے روک لیں۔''

''گویا تم مجھے یہیں چھوڑ جانا چاہتے ہو۔''

''تت... تو کیا آپ چاہتے ہیں، ہمارے ساتھ چلیں۔''

''ہاں! بالکل... اس لیے کہ تمہیں میری ضرورت پیش آئے گی... بہت جلد۔''
''تب پھر آپ ساتھ چلیں... انہیں دروازہ توڑنے میں کچھ وقت تو لگے گا۔''
''ہاں ٹھیک ہے... آؤ... لیکن اس بات کا بھی امکان ہے کہ کہیں جمشید ہم سے پہلے پچھلے دروازے تک نہ پہنچ جائے۔''
''چلیے... اللہ مالک ہے۔''

وہ بے تحاشہ دوڑ پڑے... اور پھر تجربہ گاہ کے دروازے سے باہر نکل آئے۔ فوری ضرورت کے تحت پروفیسر داؤد اس طرف بھی ایک گاڑی تیار رکھتے تھے۔ انہوں نے آؤ دیکھا نہ تاؤ، گاڑی میں سوار ہو گئے، دوسرے ہی لمحے وہ اڑے جا رہے تھے:

''بہت خوب! مزا آ گیا۔'' فرزانہ پکار اٹھی۔
''ناممکن...'' خان رحمان نے منہ بنایا۔
''جی... کیا مطلب... کیا آپ کے خیال میں مزہ آنا ناممکن ہے۔''
''ہاں! بالکل... ہمارے مقابلے میں جمشید ہے... ہم پار نہیں پا سکتے۔''
''مسئلہ اگر ان کا نہ ہوتا تو ہم خود ان کے سامنے جا کھڑے ہوتے، لیکن مشکل یہ ہے انکل کہ ہمیں انہیں گرفتاری سے بچانا ہے۔''
''تم انہیں کب تک بچاؤ گے...'' پروفیسر داؤد دکھ بھرے لہجے میں بولے۔
''کیا مطلب... ہاں یاد آیا، آپ ان پر نظر پڑتے ہی زور سے چونکے تھے... کیا آپ انہیں جانتے ہیں۔''
''ابھی ابھی ریڈیو پر پروگرام روک کر خبر نشر کی گئی ہے... ان کا حلیہ دہرایا گیا ہے... اور کہا گیا ہے، یہ جہاں بھی نظر آئیں... انہیں گرفتار کر لیا جائے، اگر یہ ہاتھ سے نکلتے نظر آئیں تو انہیں گولی ماردی جائے۔''

''صرف ریڈیو پر حلیہ بتا کر کسی کے بارے میں اتنا سخت حکم نہیں دیا جا سکتا۔''

''اعلان میں کہا گیا ہے... یہ حکم انسپکٹر جمشید کے لیے ہے اور حلیہ ان کے لیے نشر کیا گیا ہے۔''

''اوہ... اوہ۔'' وہ دھک سے رہ گئے۔ پھر محمود نے محمد اسماعیل سے کہا:

''اب اگر ابا جان سے آپ کا آمنا سامنا ہو جائے تو بھاگنے کی کوشش ہرگز نہ کیجیے گا، اس صورت میں آپ ان کی گولی کا نشانہ بن جائیں گے۔''

''اچھی بات ہے... میں تو اب بھی کہتا ہوں، آپ مجھے ان کے حوالے کر دیں اور اپنے لیے اور اپنے والد کے لیے الجھن مول نہ لیں۔''

''اگر آپ کا کوئی جرم ہوتا تو آپ کو یہ کہنے کی ضرورت نہیں تھی۔'' محمود مسکرایا۔

''تب پھر یہ بات تو آپ کے والد کو بھی بتائی جا سکتی ہے۔''

''وہ حکومت کے ملازم ہیں، حکومت کا حکم ماننا ان کی مجبوری ہے، اب یا تو وہ آپ کو گرفتار کریں گے اور اگر آپ کی بے گناہی کے خیال سے گرفتار نہیں کریں گے تو پھر ملازمت سے استعفیٰ دے دیں گے، لیکن ہم چاہتے ہیں... وہ استعفیٰ نہ دیں۔''

''اور یہ کیسے ممکن ہوگا۔''

''اگر وہ ہم تک نہ پہنچ سکے... آپ کو نہ دیکھ سکے تو ایسا ممکن ہے، اس صورت میں حکومت انہیں ملازمت سے نہیں نکال سکتی، جواب طلبی تو ضرور کرے گی... اس کا وہ جواب دے دیں گے۔''

''اور کیا آپ مجھے ان سے بچا سکیں گے۔''

''اس بارے میں ہم کچھ نہیں کہہ سکتے۔''

''اوہو! جمشید کی جیپ بہت تیزی سے ہمارے پیچھے روانہ ہو چکی ہے۔'' پروفیسر داؤد چونک اٹھے۔

''لیکن انکل... ہمیں پیچھے کی طرف دور دور تک کوئی گاڑی نظر نہیں آ رہی۔''

''میری گاڑی میں لگا ہوا آلہ بتا رہا ہے اور اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ صرف دس منٹ کی ڈرائیونگ کے بعد ہم تک پہنچ جائیں گے۔'' پروفیسر داؤد نے جلدی جلدی کہا۔

''نن نہیں۔'' ان کے منہ سے ایک ساتھ نکلا۔

''تب پھر... اب کیا کیا جائے۔'' فاروق کی آواز ابھری۔

وہ سب سوچ میں ڈوب گئے۔ ادھر وقت گزر رہا تھا۔

''وہ اب پانچ منٹ کے فاصلے پر ہیں۔''

''تب پھر انکل... گاڑی سڑک کے کنارے کرلیں... آپ پیچھے دیکھ کر یک دم بریک لگائیں گے... ہم نیچے اتر جائیں گے اور آپ گاڑی آگے بڑھا لے جائیں گے۔''

''ارے باپ رے... تت تم پھر مجھے تنہا چھوڑ رہے ہو۔''

''مجبوری ہے انکل... محمد اسماعیل صاحب کی زندگی کا سوال ہے... ہم بہت جلد آپ کو اپنے ساتھ ملانے کی کوشش کریں گے، اگر مقابلہ ابا جان سے نہ ہوتا تو اور بات تھی۔'' محمود نے جلدی جلدی کہا۔

''اور خان رحمان۔''

''یہ ہمارے ساتھ اتریں گے... ورنہ ہم ان کی کمی محسوس کریں گے۔''

''اچھی بات ہے... تیار ہو جاؤ۔''

پروفیسر داؤد نے کہا اور پھر یک دم بریک لگا دیے۔ وہ یک دم گاڑی سے اتر گئے اور تیزی سے سڑک سے نیچے درختوں کی طرف چھلانگیں لگا دیں... اس کے بعد وہ جنگل میں آگے ہی آگے بڑھتے چلے گئے، ساتھ ہی انہوں نے اپنا رخ

جنگل میں بھی تبدیل کر دیا تھا کہ ان کے والد اگر اس جگہ سے جنگل میں داخل ہوں، جہاں سے وہ داخل ہوئے تھے تو بھی ان کی سیدھ میں نہ آسکیں... پھر چکر کاٹ کر وہ سڑک پر اس جگہ آ گئے جہاں سے ان کے والد آگے گزر چکے تھے۔ انہوں نے سڑک پر دائیں بائیں دیکھا... کوئی گاڑی آتی نظر نہ آئی... اب وہ جنگل میں دوسری طرف اتر گئے اور شہر کی طرف دوڑنے لگے۔

''اس بات کا خیال رہے محمود... پانچ منٹ گزر چکے ہیں، جمشید پروفیسر داؤد تک پہنچ چکا ہوگا اور گاڑی میں ہمیں نہ دیکھ کر وہ فوراً واپس پلٹے گا۔'' خان رحمان نے پریشان ہو کر کہا۔

''لیکن شہر کا رخ نہیں کریں گے... جنگل میں ہماری تلاش شروع کریں گے۔''

''کیا وہ یہ اندازہ نہیں لگا لیں گے کہ اس موقعے پر تم کیا کرو گے۔''

''اوہ ہاں! وہ ضرور اندازہ لگا لیں گے... لیکن اس سے زیادہ ہم کچھ نہیں کر سکتے... کاش کوئی گاڑی...'' محمود کے الفاظ درمیان میں رہ گئے۔ اسی وقت ایک گاڑی آتی نظر آئی تھی۔ گاڑی بہت تیزی سے آ رہی تھی۔

اچانک فرزانہ کو خطرے کا احساس ہوا۔ وہ چلائی:

''یہ ابا جان کی جیپ ہے۔''

''کیا!!!'' ان کے منہ سے نکلا۔

اور پھر انہوں نے جنگل میں چھلانگیں لگا دیں... بے تحاشہ دوڑتے چلے گئے، لیکن اب ان کا رخ شہر کی مخالف سمت میں تھا۔ کم از کم اس طرف انہیں پروفیسر داؤد کی گاڑی نظر آنے کی امید تھی، وہ بھی آخر ان کے والد کے پیچھے ہی آ رہے ہوں گے۔

جلد ہی انہیں سڑک پر پروفیسر داؤد کی گاڑی نظر آ گئی۔ وہ فوراً سڑک

پر آ گئے۔ ادھر پروفیسر داؤد نے انہیں دیکھ لیا۔ انہوں نے فوراً بریک لگائے اور لگے گاڑی بیک کرنے، صرف ایک منٹ بعد وہ سب گاڑی میں آگے کی طرف اڑے جا رہے تھے۔

''جمشید بھی اب اس طرف آنے میں دیر نہیں لگائے گا۔'' پروفیسر بولے۔

''تو وہ آپ تک پہنچ گئے تھے۔'' محمود مسکرایا۔

''ہاں! اور کیا۔''

''پھر انہوں نے کیا کہا۔''

''کچھ نہیں... جونہی اس نے گاڑی خالی دیکھی، اپنی جیپ کو بریک لگائے اور واپس موڑ کر ہوا ہو گیا، مجھ سے اس نے کچھ نہیں کہا۔''

''یہ بھی اچھا ہے۔''

''لیکن تم بھی حیرت انگیز ہو... آخر تم مجھ تک کیسے پہنچ گئے۔''

انہوں نے تفصیل سنا دی... پروفیسر داؤد مسکرا دیے، پھر انہوں نے کہا:

''لیکن کب تک... وہ ہمیں آ لیں گے۔''

''فرزانہ! فوراً اپنے دماغ کو آواز دو اور کوئی ترکیب بتاؤ۔''

''میں ننھی سی بچی اور پروفیسر انکل کے مقابلے میں ترکیب بتاؤں گی۔'' فرزانہ نے منہ بنایا۔

''سوچو فرزانہ... ورنہ یہ بے چارے محمد اسماعیل گئے کام سے۔''

''اللہ نہ کرے۔'' ان کے منہ سے نکلا۔

اور پھر فرزانہ کے ساتھ وہ بھی سوچ میں ڈوب گئے، پروفیسر داؤد بڑی مہارت سے گاڑی چلا رہے تھے۔ اس وقت تک وہ شہر سے بہت دور آ چکے تھے

اور یہ سڑک عام طور پر سنسان رہتی تھی۔

''کوئی ترکیب سمجھ میں نہیں آ رہی۔'' فرزانہ نے منہ بنایا۔

''حالات ہی ایسے ہیں... اچھے اچھوں کی عقل جواب دے جاتی ہے ایسے حالات میں تو...''

''کیا مطلب! کیا تم مجھے بڑوں میں شمار کرتے ہو۔'' فرزانہ نے اسے گھورا۔

''دیکھو! یہ وقت آپس میں لڑنے کا نہیں، ہم اس وقت زبردست مشکل سے دوچار ہیں۔''

''میری ایک تجویز ہے۔'' ایسے میں پروفیسر داؤد کی آواز ابھری۔

''اس سے اچھی بات اور کیا ہو سکتی ہے... جلدی بتائیں۔''

''میرے ایک دوست ہیں... ان کے گھر چلتے ہیں، ان کے بارے میں جمشید کو بالکل معلوم نہیں ہے۔''

''لیکن اس کے لیے تو ہمیں شہر واپس جانا پڑے گا۔''

''نہیں... وہ ایک چھوٹے سے قصبے میں رہتے ہیں۔''

''یہاں سے ان کا گھر کتنے فاصلے پر ہوگا، یہ میں اس لیے پوچھ رہا ہوں کہ کوئی دم میں ابا جان کا رخ اس طرف ہو جائے گا اور وہ ہم تک پہنچ جائیں گے۔''

''ہم یہاں سے پندرہ منٹ کے اندر...''

ان کے الفاظ درمیان میں رہ گئے، اسی وقت ایک بڑی گاڑی آندھی اور طوفان کی طرح آتی نظر آئی... اس کی رفتار اس قدر تیز تھی کہ انہیں اپنی گاڑی ایک طرف کرنا پڑی... وہ ان کے برابر سے نکل رہی تھی کہ ان کی گاڑی کا اگلا ٹائر ایک دھماکے سے پھٹا۔

ساتھ ہی پیچھے سے آنے والی گاڑی نے بریک لگائے۔ اس کے

ڈرائیور نے سر باہر نکال کر بلند آواز میں کہا:

''یہ کیا ہوا۔''

''ٹائر پھٹا ہے... کیا آپ ہماری مدد کر سکتے ہیں۔''

''کیوں! کیا آپ کو ٹائر بدلنا نہیں آتا۔'' ڈرائیور ہنسا۔

''یہ بات نہیں... ہمارے پاس وقت بہت کم ہے... آپ بس ہمیں نزدیک کے قصبے تک پہنچا دیں' آپ کی بہت مہربانی ہوگی۔''

''اور آپ کی گاڑی۔''

''گاڑی ہم ایک طرف کر کے کھڑی کر دیتے ہیں، کسی کو بھیج دیں گے... وہ لے آئے گا۔''

''آجائیں پھر۔''

یہ کہہ کر وہ نیچے اترا اور پچھلا دروازہ کھول دیا، جونہی وہ اندر داخل ہوئے، دروازہ بند ہو گیا اور گاڑی چل پڑی۔

ساتھ ہی انہوں نے اپنے والد کی جیپ کو آندھی اور طوفان کی طرح آتے دیکھا۔

☆O☆O

تلاشی لیں گے

انسپکٹر جمشید کو جونہی پروفیسر داؤد کی گاڑی سڑک کے ایک طرف کھڑی نظر آئی، انہوں نے بریک لگا دیے، پھر ان کی نظریں اس کے پھٹے ہوئے ٹائر پر پڑیں تو بریک پر سے فوراً پاؤں اٹھالیا۔ ایک بار پھر ان کی گاڑی ہوا ہو گئی۔

''دیکھ رہے ہو اکرام! یہ لوگ مجھ سے مقابلے پر اتر آئے ہیں اور مزے کی بات یہ کہ پروفیسر داؤد اور خان عبدالرحمٰن بھی ان کا ساتھ دے رہے ہیں، ہے کوئی تک۔''

''آپ بھی مجبور ہیں سر اور وہ بھی، کیا کیا جائے۔'' اکرام مسکرایا۔

''لیکن کب تک، یہ لوگ کب تک میرے ہاتھ سے بچیں گے، آخر میں انہیں پکڑ لوں گا۔'' انسپکٹر جمشید نے منہ بنایا۔

''اور کیا... آپ اسماعیل احمد کو گرفتار کر کے قانون کے حوالے کر دیں گے۔''

''ہاں کیوں نہیں، یہ میری ڈیوٹی ہے، حکومت کی طرف مجھے جو حکم ملے گا، میں اس کی تعمیل کرنے کا پابند ہوں اور تم بھی اکرام۔''

''وہ تو ٹھیک ہے سر... لیکن...''

''ا...وہ دیکھو اکرام... ایک بڑی گاڑی، پروفیسر داؤد کی گاڑی کا ٹائر پنکچر ہو گیا تو انہیں اس گاڑی پر لفٹ مل گئی۔''

''اس بات کا بھی تو امکان ہے سر... کہ انہوں نے گاڑی رکتے ہی جنگل میں چھلانگیں لگا دی ہوں۔''

''نہیں اکرام، تم ذرا اس گاڑی کی رفتار کو دیکھو، کیسے اڑی چلی جا رہی ہے، آخر کیوں، اس لیے کہ محمود، فاروق اور فرزانہ نے اس کے ڈرائیور کو اس پر مجبور کیا ہے، ورنہ یہ گاڑی اس رفتار سے نہیں جا رہی تھی۔'' یہ کہتے وقت انسپکٹر جمشید مسکرا دیے۔

''جی کیا مطلب... یہ آپ کیسے کہہ سکتے ہیں۔''

''اس لیے کہ یہ ہمیں پہلے راستے میں ملی تھی، اس کو پیچھے چھوڑتے ہوئے ہم آگے چلے آئے تھے، لیکن پھر ہمیں ان لوگوں کی وجہ سے جنگل میں داخل ہونا پڑا اور چکر لگا کر ہم پھر سڑک پر آئے تو گاڑی اس وقت تک آگے نکل چکی تھی... اب صاف ظاہر ہے، گاڑی پنکچر ہونے کی صورت میں وہ لفٹ ہی لے سکتے ہیں، جنگل میں چھلانگیں نہیں لگا سکتے، پہلے جنگل میں چھلانگیں اس بنیاد پر لگائی تھیں کہ چکر دے کر گاڑی پر نکل جائیں گے۔''

''آپ ٹھیک کہتے ہیں، وہ ضرور اسی گاڑی میں ہیں۔''

''اور اب وہ میرے ہاتھوں بچ نہیں سکیں گے۔'' یہ کہتے ہوئے انسپکٹر جمشید نے رفتار اور بڑھا دی.. یہ دیکھ کر اکرام گھبرا گیا اور بولا:

''سر! آپ خطرناک حد کو عبور کر چکے ہیں، اس قدر رفتار پر گاڑی چلانا...''

''تم یہ بھی تو سوچو اکرام... یہ گرفتاری میرے لیے ایک نازک مسئلہ ہے۔ مجھے ہر حال میں اس شخص کو گرفتار کرنا ہے اور میں گرفتار کر کے رہوں گا۔''

''لیکن اس طرح آپ اپنی جان کو خطرے میں ڈال رہے ہیں۔''

''اپنے ساتھ میں تمہاری جان کو بھی خطرے میں ڈال چکا ہوں، لیکن مجھے اس کی پروا نہیں۔''

”میں اپنے لیے نہیں کہہ رہا سر۔“ اکرام کے چہرے پر ایک رنگ آ کر گزر گیا۔

”میں جانتا ہوں اکرام، تم میری خاطر جان دے سکتے ہو، لیکن مجھے خطرے میں نہیں دیکھ سکتے... اوہو! یہ میں کیا دیکھ رہا ہوں۔“ یہ کہتے ہوئے انسپکٹر جمشید کی آنکھیں مارے حیرت کے پھیل گئیں۔

”کک... کیا ہوا سر۔“ اکرام کانپ گیا۔

”یہ... یہ کیسے ممکن ہے۔“ انسپکٹر جمشید نے کھوئے کھوئے انداز میں کہا۔

”کک... کیا سر... آپ کیا کہنا چاہتے ہیں۔“

”درمیانی فاصلہ کم ہونے کی بجائے بڑھ رہا ہے... جب کہ میں اس وقت پوری رفتار پر ہوں۔ اس سے زیادہ یہ گاڑی نہیں چلا سکتا... چلائی تو گاڑی الٹ جائے گی۔“

”ہاں سر! اب میں یہ بات محسوس کر سکتا ہوں... درمیانی فاصلہ برابر بڑھ رہا ہے۔“

”اور اس کا مطلب ہے... اس گاڑی کا انجن بہت زیادہ طاقت ور ہے... یہ... یہ کون سی گاڑی ہے... اس وقت سڑک پر کہاں سے آ گئی... نہیں اکرام نہیں۔“

”جی... کیا فرمایا... نہیں اکرام نہیں۔“

”ہاں! میں نے یہی کہا ہے... یہ گاڑی اتفاقیہ طور پر سڑک پر سفر نہیں کر رہی تھی...“

”جی! میں سمجھا نہیں۔“

”پروگرام کے مطابق سفر کر رہی تھی... پروفیسر داؤد صاحب کی گاڑی خود پنکچر نہیں ہوئی... ان کی گاڑی کو پنکچر کیا گیا ہے... تا کہ... تا کہ وہ لوگ اس گاڑی پر لفٹ لے سکیں...“

”لیکن کیوں سر... کسی کو کیا پڑی ایسا کرنے کی۔“

''تا کہ میں اسماعیل احمد کو گرفتار نہ کرسکوں... میں ناکام ہو جاؤں۔''

''اور اس کا کیا مطلب آرہا ہے آپ کے ذہن میں، کیا اس گاڑی میں اسماعیل احمد کے ہمدرد لوگ ہیں۔'' اکرام نے پوچھا۔

''میں یہ نہیں کہہ سکتا، اس گاڑی میں ان کے دوست ہیں یا دشمن... لیکن اس وقت وہ میرے دشمن ضرور ثابت ہو چکے ہیں اور اکرام فاصلہ برابر بڑھ رہا ہے... گاڑی میرے ہاتھ سے نکلی جارہی ہے... اکرام... خفیہ فورس کے کارکن نمبر دس کو فون کرو... جلدی... اس سے کہو، تیمور روڈ کی فوری طور پر ناکہ بندی کرے، ایک بڑی گاڑی آرہی ہے، وہ نکلنے نہ پائے... اس کے ٹائر پھاڑنا پڑیں تو پھاڑ دیے جائیں۔''

''جج... کیا مطلب... کیا خفیہ فورس کا کارکن نمبر 10 اس سڑک پر کہیں آگے موجود ہے۔''

''یہ سڑک ہمیں قصبہ کالونی لے جائے گی، اس کی ڈیوٹی قصبہ کالونی میں ہی ہے۔''

''بہت خوب! نمبر بتائیں۔''

انہوں نے کارکن کے نمبر بتادیے۔ اکرام نمبر ملانے لگا، عین اس لمحے اگلی گاڑی نے ایک موڑ مڑا اور ان کی نظروں سے اوجھل ہوگئی۔

''کم از کم ایک منٹ بعد ہم اس موڑ تک پہنچیں گے...'' انسپکٹر جمشید نے برا سا منہ بنایا۔

اسی وقت سلسلہ مل گیا۔ اکرام نے نمبر دس کو ہدایات دیں اور فون بند کردیا۔ ایک منٹ گزرنے پر ہی وہ موڑ تک پہنچ سکے، وہ یہ دیکھ کر دھک سے رہ گئے کہ اب بڑی گاڑی سڑک پر نہیں تھی۔

''اکرام... دائیں بائیں نظر دوڑاتے رہو... وہ گاڑی دائیں طرف مڑی ہے یا بائیں طرف، جونہی کوئی سڑک نظر آئے... مجھے بتادینا... اس رفتار پر میرے لیے ادھر ادھر دیکھنا ممکن نہیں۔''

''ٹھیک ہے سر...''

ان کا سفر جاری رہا... پھر اکرام نے چیخ کر کہا:

''بائیں طرف ایک سڑک نظر آ رہی ہے سر... وہ ضرور اس پر مڑے ہیں۔''

''خوب!'' انہوں نے کہا اور بریک لگائے، پھر گاڑی بیک کی... اور اس سڑک پر ڈال دی... یہ ایک کشادہ سڑک تھی... انہیں جنگل میں اس قدر کشادہ سڑک دیکھ کر حیرت سی ہوئی۔

''یہ تو ایسا لگتا ہے، جیسے کسی نے ذاتی طور پر بنوائی ہے۔''

''جی ہاں! ایسا ہی نظر آتا ہے... اس کا مطلب ہے، جس نے سڑک بنوائی ہے، آگے اس کا کوئی رقبہ وغیرہ ہے۔''

''اپنا پستول ہاتھ میں لے لو اکرام... میں خطرہ محسوس کر رہا ہوں۔''

''جج... جی اچھا۔''

اکرام نے پستول ہاتھ میں لے لیا، اسی وقت سڑک ختم ہو گئی۔ اب ان کے سامنے ایک عالی شان عمارت تھی، بالکل سفید رنگ کی محل نما عمارت اور اس کے پیچھے باغات کا سلسلہ تھا۔ پھلوں کی خوشبو انہوں نے صاف محسوس کی۔

''گویا یہ سڑک پھلوں کے اس باغ کے لیے ہے۔ ٹرکوں میں پھل لاد کر بھیجا جاتا ہو گا۔'' اکرام بڑبڑایا۔

''وہ تو ٹھیک ہے اکرام... لیکن ہمارے ساتھیوں کو یہاں کیوں لایا گیا ہے۔'' یہ کہتے ہوئے وہ گاڑی سے اتر آئے۔ اب انہیں وہ بڑی گاڑی نظر نہیں آ رہی تھی۔

''یہ بھی تو ہوسکتا ہے سر... وہ گاڑی اس طرف مڑی ہی نہ ہو۔''

''یہ تو میں تمہیں ابھی بتا دیتا ہوں۔''

انہوں نے سڑک کا بغور جائزہ لیا، ٹائروں کے نشانات انہیں صاف نظر آ گئے۔

''یہ دیکھ رہے ہو اکرام۔''

''یہ کسی اور گاڑی کے بھی ہو سکتے ہیں سر۔''

''نہیں! میں سڑک پر ان نشانات کو دیکھ چکا ہوں، یہ اسی گاڑی کے ہیں، لہٰذا میں سو فیصد یقین سے کہہ سکتا ہوں... انہیں یہیں لایا گیا ہے۔''

''تب تو کام آسان ہے۔'' اکرام مسکرا دیا۔

''یہ نہیں کہا جا سکتا۔''

یہ کہتے ہوئے وہ بے تابانہ انداز میں آگے بڑھے اور دروازے پر لگا بٹن دبا دیا۔ اندر دور کہیں گھنٹی بجنے کی آواز سنائی دی، پھر دو منٹ بعد قدموں کی چاپ سنائی دی... آخر دروازہ کھلا اور ایک مسلح چوکیدار قسم کا آدمی نظر آیا۔ اس کی آنکھوں میں خوفناک چمک تھی۔

''ہاں جناب! راستہ بھول پڑے کیا۔'' اس کا لہجہ اکھڑ تھا۔

''ابھی ابھی ایک بڑی گاڑی یہاں آئی ہے۔'' انسپکٹر جمشید بولے۔

''تب پھر اس سے کیا ہوتا ہے... وہ گاڑی ہمارے مالک کی ہے۔''

''اس گاڑی پر کچھ ایسے لوگوں نے لفٹ لی ہے جو پولیس کو مطلوب ہیں... لہٰذا ان لوگوں کو ہمارے حوالے کرنا ہوگا... اپنے مالک کو بتائیں۔'' انسپکٹر جمشید نے اس سے بات کرنا فضول خیال کیا۔

''آپ کا تعلق پولیس سے ہے۔''

''ہاں! لیکن ذرا جلدی کریں... ہم پہلے ہی بہت وقت ضائع کر چکے ہیں۔''

''کیا یہ میرا قصور ہے۔'' اس نے برا سا منہ بنایا۔

''مہربانی فرما کر جائیں۔'' وہ برا سا منہ بنا کر بولے۔

چوکیدار بھی برے برے منہ بناتا چلا گیا... اس نے انہیں کہیں بٹھانے کی ضرورت بھی نہ سمجھی۔
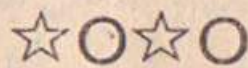
اس بار وہ پانچ منٹ بعد لوٹا اور بولا:

''ہمارے مالک کہتے ہیں، ان کی گاڑی میں ان کے ڈرائیور اور باڈی گارڈ کے سوا کوئی نہیں آیا، کسی نے لفٹ نہیں لی... لہٰذا آپ جا سکتے ہیں۔''

یہ کہہ کر وہ لگا دروازہ بند کرنے، انسپکٹر جمشید نے فوراً اپنا پاؤں آگے کر دیا اور اسے کلائی سے پکڑ لیا۔

''ہم ایسے نہیں جائیں گے... اس گاڑی کی اور اس عمارت کی تلاشی لیں گے، سمجھے۔'' وہ غرائے۔

ان کا لہجہ حد درجے سرد تھا...

☆O☆O

اوکے

''لیجیے! وہ تو سر پر پہنچ گئے۔'' محمود نے بے چارگی کے عالم میں کہا۔
''میں نے پہلے ہی کہہ دیا تھا، ہم لوگ انسپکٹر جمشید سے پار نہیں پا سکتے۔'' خان عبدالرحمٰن بولے۔
''کیا بات ہے دوستو!'' گاڑی میں آواز گونجی، گویا یہ سوال ان سے اس شخص نے پوچھا تھا، جس نے انہیں پچھلے حصے میں بٹھایا تھا۔
''ایک گاڑی ہمارے تعاقب میں ہے، ہم چاہتے ہیں، وہ ہماری گرد کو نہ پہنچ سکے، لیکن ایسا ممکن نہیں، افسوس۔'' خان عبدالرحمٰن نے سرد آہ بھری۔
''کیا ممکن نہیں۔'' آواز آئی۔
''یہ کہ وہ گاڑی ہماری گرد کو نہ پہنچ سکے، وہ تو ہمیں آن کی آن میں آ لے گی۔'' فاروق نے برا سا منہ بنایا۔
''لیکن کیوں آ لے گی، سوال تو یہ ہے۔'' اگلی طرف سے آواز آئی۔
''اس گاڑی کے ڈرائیور بہت ہی ماہر ہیں۔''
''جب کہ ہمارا دعویٰ اس کے الٹ ہے۔'' اس بار شاید ڈرائیور نے کہا تھا، کیونکہ آواز دوسری تھی۔

"آپ کا دعویٰ، ہم سمجھے نہیں۔"

"ہمارا دعویٰ ہے کہ یہ گاڑی ہماری گاڑی کو چھو نہیں سکتی۔"

"کک... کیا واقعی... کیا واقعی ایسا ہو سکتا ہے۔" پروفیسر داؤد ہکلائے۔

"ہاں! کیوں نہیں ہو سکتا... ابھی دکھا دیتا ہوں۔"

ان الفاظ کے ساتھ ہی گاڑی کی رفتار بہت زیادہ تیز ہو گئی، درمیانی فاصلہ لحہ بہ لحہ بڑھنے لگا۔

"یہ صورت حال صرف تین منٹ تک رہے گی جناب... پھر وہ گاڑی آپ کی گاڑی کو آ لے گی۔"

"ایسا نہیں ہو گا دوستو... میں رفتار اور بڑھا رہا ہوں۔"

رفتار اور بڑھ گئی... درمیانی فاصلہ اور زیادہ ہوتا چلا گیا۔ ایسے میں ان کی گاڑی نے اچانک ایک موڑ مڑا۔

"ارے ارے... یہ کیا کر رہے ہیں۔"

اس گاڑی سے بچنے کی ایک اور انوکھی ترکیب، اس طرح وہ ہم تک کسی صورت نہیں پہنچ سکے گی۔"

"لیکن ہمیں آگے جانا ہے... قصبہ کالونی۔" خان عبدالرحمٰن نے پریشان ہو کر کہا۔

"فکر نہ کریں، آپ کو ان سے بچانے کے لیے یہ چال چلی ہے اور اب وہ واقعی آپ لوگوں کی گرد کو نہیں پہنچ سکیں گے۔"

"اچھا خیر..." محمود کے منہ سے نکلا۔

وہ اب پریشانی سی محسوس کر رہے تھے، لیکن کچھ کہہ نہیں سکتے تھے، کر نہیں سکتے تھے، دونوں طرف گھنے درختوں کا سلسلہ انہیں نظر آ رہا تھا۔ آخر گاڑی ایک بڑے دروازے میں داخل ہو گئی۔ دروازہ بند کر دیا گیا۔ پھر گاڑی کا پچھلا دروازہ کھلا،

دونوں گاڑی سے باہر کھڑے نظر آئے۔ان کے چہروں پر دوستانہ مسکراہٹیں تھیں۔

''ہم دراصل پھلوں کے اس باغ سے پھل لاد کر مارکیٹ پہنچاتے ہیں، اس وقت بھی ہمیں یہیں آنا تھا۔راستے میں آپ کو سوار کرنا پڑا... ادھر مسئلہ تھا ان لوگوں سے آپ کو بچانے کا، ہم نے سوچا، پہلے ادھر آجاتے ہیں، وہ گاڑی آگے نکل جائے گی، ہم بعد میں آپ کو قصبے تک پہنچادیں گے۔''

''یہی تو مشکل ہے۔'' محمود نے بے چارگی کے عالم میں کہا۔

''یہی تو مشکل ہے... کہاں ہے مشکل، ہمیں تو یہاں دور دور تک کوئی مشکل نظر نہیں آرہی۔'' ڈرائیور نے مسکرا کر کہا۔

''جب کہ ہمیں اپنے چاروں طرف مشکلات کے انبار نظر آرہے ہیں، پہلی بات تو یہ کہ وہ آگے نہیں نکلیں گے، اس طرف ہی آئیں گے اور اب تو ہمیں بہت آسانی سے پکڑ لیں گے، افسوس...'' فاروق نے سرد آہ بھری۔

''اگر آپ لوگ پسند کریں تو یہاں چھپنے کی ایسی جگہ ہے کہ وہ آپ تک نہیں پہنچ سکیں گے۔''

''اگرچہ ہمیں یقین ہے کہ وہ ہم تک پہنچ جائیں گے، لیکن اس کے باوجود ہم چھپنے پر مجبور ہیں... چلیے... چھپایئے، جہاں چھپانا ہے۔''

اور پھر وہ ان کے ساتھ قدم اٹھانے لگے۔وہ ایک پرانے طرز کی حویلی سی تھی۔پوری طرح درختوں کے درمیان گھری ہوئی تھی۔وہ چلتے رہے، یہاں تک کہ حویلی کے دروازے تک پہنچ گئے، باہر دو مسلح چوکیدار موجود تھے۔وہ پہلے ہی انہیں آتے ہوئے دیکھ چکے تھے۔

''ہیلو جان! یہ آج اپنے ساتھ کن لوگوں کو لے آئے۔''

''راستے میں ان کی گاڑی پنکچر ہوگئی تھی، ان کے پیچھے ان کے دشمن لگے ہوئے

تھے۔"

"جی... جی نہیں... وہ دشمن نہیں ہیں۔" فاروق بول اٹھا۔

"تب پھر آپ ان سے بچنے کی کوشش کیوں کر رہے تھے۔"

"وہ مسئلہ اور ہے۔"

"خیر جو مسئلہ بھی ہے... انہیں ان تعاقب کرنے والوں سے بچانے کے لیے یہاں لانا پڑا... ان کا خیال ہے، ان کا تعاقب کرنے والے سیدھے نہیں نکل جائیں گے... اس طرف آئیں گے... لہٰذا انہیں کچھ دیر تک کے لیے یہاں چھپانا ہے... اور ایسا ہم مرزا جہاں داد کو بتائے بغیر نہیں کر سکتے، تاکہ بعد میں کوئی الجھن نہ ہو۔"

"لیکن وہ اس وقت موجود نہیں ہیں، البتہ کسی وقت بھی آ سکتے ہیں... ہم ایسا کرتے ہیں کہ پہلے انہیں چھپا دیتے ہیں، جب وہ آئیں گے تو انہیں صورت حال بتا دیں گے۔"

"بالکل ٹھیک۔" ڈرائیور نے فوراً کہا۔

عین اسی وقت گھنٹی زوردار آواز میں بجی... وہ چونک اٹھے:

"لیجیے! وہ تو پہنچ بھی گئے۔" محمود نے گھبرا کر کہا۔

"فکر نہ کریں... آئیں ہمارے ساتھ... تم دونوں انہیں دروازے پر روکو..."

"جی اچھا۔"

دونوں پہرے دار فوراً دروازے کی طرف چلے گئے، ڈرائیور اور اس کا ساتھی انہیں ساتھ لیے اندر کی طرف بڑھے اور پھر ایک کمرے کا دروازہ کھولا گیا۔ فرش پر بچھے قالین کو الٹایا گیا، فرش میں انہیں ایک دروازہ نظر آیا۔ اس کو اوپر اٹھایا گیا تو

نیچے سیڑھیاں جاتی نظر آئیں۔

''نیچے چلے جائیں۔''

''یہاں تو وہ فوراً پہنچ جائیں گے، یہ کوئی خفیہ تہہ خانہ نہیں ہے۔'' فاروق نے برا سا منہ بنایا۔

''آپ کو اس کے بارے میں کچھ معلوم نہیں ہے، یہاں ہم رہتے ہیں، آپ نہیں... آپ بس نیچے اتر جائیں... وہ آپ تک نہیں پہنچ سکیں گے، یہ ہمارا دعویٰ ہے۔''

''اچھی بات ہے، جو اللہ کو منظور۔''

اور وہ پھر وہ نیچے اترنے لگے۔ ان کے سروں پر دروازہ بند کر دیا گیا۔ نیچے اندھیرا گھپ ہو گیا۔ ہاتھ کو ہاتھ سجھائی نہیں دے رہا تھا، لیکن پھر اچانک تہہ خانہ روشن ہو گیا۔

انہیں ایک زوردار جھٹکا لگا۔ وہاں ان سے پہلے کوئی موجود تھا... وہ ایک شاہانہ کرسی پر بیٹھا تھا۔ اس کے چہرے پر ایک شیطانی مسکراہٹ تھی۔ پھر اس کے ہونٹ ہلے:

''بہت دیر کی مہرباں آتے آتے... میں کب سے آپ لوگوں کا انتظار کر رہا ہوں۔''

''جی... جی کیا مطلب؟'' وہ بری طرح چونکے، کیونکہ اس کے جملے کا مطلب بہت خوفناک تھا۔

''ٹھیک سمجھے! تم یہاں اتفاقیہ نہیں آئے، ہمارے پروگرام کے عین مطابق آئے ہو۔ تم نے وہ محاورہ تو سنا ہوگا، ایک پنتھ دو کاج... میں نے ذرا اس میں تبدیلی کی ہے، میں کہتا ہوں، ایک پنتھ تین کاج، یعنی میں ایک کام کر کے تین فائدے اٹھانے کا

عادی ہوں، یا یوں کہہ لو، میں ایک تیر سے دو نہیں، تین شکار کرنا پسند کرتا ہوں... میرا پہلا شکار ہے اسماعیل احمد، دوسرا شکار تم لوگ ہو، تم میں انسپکٹر جمشید شامل ہیں... اب رہا تیسرا شکار، اصل شکار تیسرا ہے... اور وہ ہے مسلمان قوم... کیوں کیسی رہی۔"

اس کے الفاظ ختم ہوئے تھے کہ اوپر سے آواز آئی:

"انسپکٹر جمشید اپنی گاڑی میں یہاں تک پہنچ گئے ہیں۔"

"بہت خوب! میں آ رہا ہوں... اب آئے گا مزا۔"

یہ کہہ کر وہ اٹھا... اسی وقت اس کے ہاتھ میں ایک ٹارچ نما آلہ نظر آیا۔ اس نے جونہی اس کا بٹن دبایا، اس میں سے عجیب سے رنگ کی روشنی نکلی اور انہیں اپنے جسموں سے جان نکلتی محسوس ہوئی۔ انہوں نے سنا، وہ کہہ رہا تھا:

"میں نے سن رکھا ہے، تم سانس روک لینے کے ماہر ہو، بے ہوش کرنے والی گیس وغیرہ سنگھائی جاتی ہے تو سانس روک لیتے ہو، یہاں سانس روک لینے سے کام نہیں چلے گا۔"

ان الفاظ کے ساتھ ہی وہ نیچے گرتے چلے گئے... ساتھ ہی انہوں نے اسے کہتے سنا:

"اب انہیں اصل تہہ خانے میں پہنچا دو... تا کہ انسپکٹر جمشید ان کی گرد کو بھی نہ پہنچ سکے..."

"او کے سر۔"

ان کے بے ہوش ہوتے ہوئے کانوں میں جیسے بہت دور سے آواز آئی اور پھر انہیں کوئی ہوش نہ رہا۔

☆O☆O

گوریلا

انہوں نے دیکھا، ایک شخص چلا آ رہا تھا۔ اس کے پیچھے دو گوریلا نما انسان تھے۔ وہ اس قدر خوفناک تھے کہ انہیں دیکھ کر اکرام تو اکرام، انسپکٹر جمشید بھی کانپ گئے اور انہیں شدید خطرے کا احساس ہوا۔ فوری طور پر ان کے ذہن میں آیا۔ کہیں وہ یہاں پھنس نہ جائیں۔ لیکن اب یہاں سے نکل جانے کا وقت بھی کہاں رہ گیا تھا۔

''کون ہو تم لوگ اور ادھر کیسے نکل آئے۔''

یہ کہتے ہوئے وہ دروازے پر آ کھڑا ہوا۔

''پولیس سے بھاگے ہوئے کچھ افراد کی تلاش ہے۔ وہ ایک بند گاڑی میں موجود تھے، ہم نے انہیں اس طرف مڑتے دیکھا ہے۔''

''بند گاڑی ہماری اپنی ہے، لیکن اس میں یہاں کسی کو نہیں لایا گیا۔'' گوریلا نما شخص نے منہ بنایا۔

''آپ کون ہیں۔ اس عمارت اور باغ کے مالک؟''

''میں ان کا نائب ہوں، استاد خان نام ہے۔''

''ہمیں اندر کی تلاشی لینا ہوگی۔''

''کیا آپ کے پاس وارنٹ ہیں۔''

''وارنٹ نہیں ہیں، لیکن ہم وارنٹ کے بغیر تلاشی لے سکتے ہیں، حکومت کی طرف سے ہمارے پاس اس قسم کا اجازت نامہ ہے۔''

''ہمیں افسوس ہے، یہاں آپ کی حکومت کا حکم نہیں چلتا۔''

''کیا کہا... یہاں ہماری حکومت کا حکم نہیں چلتا، یہ کیسے ممکن ہے، یہ ہمارا ملک ہے، یہ علاقہ ہمارے ملک سے باہر نہیں ہے۔'' انسپکٹر جمشید کے لہجے میں سختی آ گئی۔ ادھر اکرام کا ہاتھ پستول کے دستے پر جم گیا۔ اس کے چہرے کی رگیں تن گئیں۔

''یہ علاقہ اس ملک میں ہی شامل ہے، اس کے باوجود یہاں کی تلاشی نہیں لے سکتے، اگر آپ کے پاس اجازت نامہ ہے تو ہمارے پاس بھی اجازت نامہ ہے۔'' استاد خان اکڑ کر بولا۔

''یہ... یہ کیسے ہو سکتا ہے۔'' انسپکٹر جمشید کے منہ سے مارے حیرت کے نکلا۔

''آپ لوگ یہیں ٹھہریں، میں ان دونوں کے ہاتھ اجازت نامہ بھیجتا ہوں... اور یہ بھی سن لیں، آپ نے اگر غیر قانونی طور پر اندر داخل ہونے کی کوشش کی تو آپ پر ہر طرف سے فائرنگ ہو جائے گی، کیا سمجھے؟''

''نہیں سمجھا... یہ کیسے ممکن ہے۔'' وہ کھوئے کھوئے انداز میں بولے۔

''پہلے آپ اجازت نامہ دیکھ لیں، پھر سوچیے گا، یہ کیسے ممکن ہے... ان حضرات کو دکھا دیا جائے کہ ان پر ہر طرف سے فائرنگ ہو گی یا نہیں۔''

یہ الفاظ اس نے منہ اوپر کر کے کہے۔ فوراً ہی ان گنت رائفلوں کے سرے باہر نکلے نظر آئے۔

''اچھی بات ہے، وہ اجازت نامہ دکھا دیں۔'' وہ یک دم سست پڑ گئے۔

''کیوں... ہو گئی نا ساری اکڑ ہوا۔''

"اکڑ تو ہم میں ہے ہی نہیں، نہ کبھی تھی، ہم تو بس اپنا فرض ادا کرنا جانتے ہیں، اگر خود حکومت ہی ہمیں پابند بنا دیتی ہے تو ہم کیا کر سکتے ہیں۔"

"انتظار کریں۔" اس نے طنزیہ انداز میں کہا۔

پھر وہ ان دو گوریلوں کے ساتھ واپس مڑ گیا۔

"اکرام! جلدی سے آئی جی صاحب کے نمبر ملاؤ۔"

"او کے سر۔"

اس نے کہا اور نمبر ملانے لگا، فوراً آئی جی صاحب کی آواز ابھری:

"سر! میں اور اکرام اس وقت ایک عمارت کے سامنے موجود ہیں، اسماعیل احمد کو اس عمارت میں کچھ لوگوں نے پناہ دی ہے، میں اس عمارت کی تلاشی لے کر اسماعیل احمد کو برآمد کرنا چاہتا ہوں۔"

"یہ تو بہت اچھی خبر ہے، کر لو پھر برآمد، روکا کس نے ہے۔"

"اس عمارت میں موجود لوگوں کا کہنا ہے کہ میں اس عمارت کی تلاشی لینے کا حق نہیں رکھتا۔"

"کیا اس لیے کہ تمہارے پاس تلاشی کے وارنٹ نہیں ہے... کیا ہو گیا جمشید، انہیں اپنا اجازت نامہ دکھاؤ۔"

"اسی لیے تو آپ کو فون کیا ہے سر، اجازت نامے کے جواب میں ان کے پاس بھی اجازت نامہ موجود ہے۔"

"کیا کہا..." وہ پکارے۔

"ہاں سر... ان کا کہنا ہے، ان کے پاس بھی ایک عدد اجازت نامہ ہے۔"

"کیا مطلب! کیسا اجازت نامہ۔"

"یہ کہ کوئی پولیس اہلکار اس عمارت کی تلاشی نہیں لے سکتا۔"

''یہ کیسے ممکن ہے، کیا تم نے اجازت نامہ دیکھا ہے۔''

''وہ لینے گئے ہیں اور ہم پر چاروں طرف سے رائفلیں تنی ہیں، گویا ہم اندر داخل ہونے کی کوشش کریں گے تو وہ بے دھڑک فائرنگ کر دیں گے، اس اجازت نامے کی وجہ سے قانون انہیں گرفتار نہیں کر سکے گا۔''

''اور... اور یہ عمارت کہاں ہے۔''

''قصبہ کالونی والی سڑک پر، نو کلو میٹر، بائیں طرف۔''

''میں خطرہ محسوس کر رہا ہوں جمشید... اجازت نامہ دیکھ کر تم وہاں سے پیچھے ہٹ آنا... اتنا کہ اس عمارت سے کی گئی فائرنگ کی زد میں نہ آسکو... میں فورس لے کر پہنچ رہا ہوں۔''

''شکریہ! سر... ہمارے لیے ایک اور سنگین مسئلہ بھی ہے۔''

''اور وہ کیا؟''

''اس وقت اس عمارت کے اندر اسماعیل احمد ہی نہیں ہے، اس کے ساتھ ہمارے کچھ ساتھی بھی ہیں، دراصل جب آپ نے ان کی گرفتاری میرے ذمے لگائی تو اس سے کچھ لمحات پہلے، اسماعیل احمد نے محمود، فاروق اور فرزانہ سے مدد مانگ لی تھی... اب انہیں تو معلوم نہیں تھا کہ حکومت کی طرف سے ان کی گرفتاری کے احکامات جاری ہونے والے ہیں... چنانچہ وہ انہیں گھر سے نکال لائے اور اس سلسلے میں انہوں نے خان عبدالرحمٰن اور پروفیسر داؤد صاحب کو بھی ساتھ ملا لیا ہے۔''

''کیا!!!'' آئی جی صاحب چلائے۔

''جی ہاں! اب صورت حال یہ ہے کہ یہ سب لوگ اس عمارت میں موجود ہیں اور ہم اندر کی تلاشی لینے کی پوزیشن میں نہیں ہیں، بتائیے! ہم کیا کریں۔''

''کچھ نہ کرو... اس عمارت کے مالک کا نام کیا ہے۔''

"ابھی تک معلوم نہیں ہو سکا... اب وہ اجازت نامہ لے کر آئیں گے تو اس پر مالک کا نام بھی درج ہو گا۔"

"اچھی بات ہے جمشید! میں آ رہا ہوں۔"

اور پھر انہوں نے فون بند کر دیا۔ ساتھ ہی استاد خان ان دونوں گوریلوں کے ساتھ آتا نظر آیا... اس کے ہاتھ میں ایک لمبا چوڑا سا کاغذ تھا۔

"یہ لیں، اپنی تسلی کر لیں۔"

انہوں نے کاغذ لیا، حکم نامہ وزیر داخلہ کے سیکرٹری کی طرف سے تھا، اس میں لکھا تھا کہ قانون کے محافظ اس عمارت اور باغ میں داخل نہ ہوں۔

حکم نامہ پڑھ کر وہ استاد خان کی طرف متوجہ ہوئے:

"ٹھیک ہے جناب! ہم اندر داخل نہیں ہوتے، صرف اتنا بتا دیں، اس بند گاڑی میں کچھ لوگوں نے لفٹ لی تھی، وہ گاڑی میں ہی اندر چلے گئے ہیں یا انہیں باہر اتار دیا گیا تھا۔"

"میں نے گاڑی کے ڈرائیور اور اس کے ساتھی سے پوچھا تھا کہ کیا ہماری گاڑی میں کسی نے لفٹ لی تھی، انہوں نے جواب دیا کہ بالکل نہیں، لہٰذا آپ کا شک غلط ہے... آپ جا سکتے ہیں۔"

"جی ہاں! وہ تو خیر ہم جا رہے ہیں، عمارت اور باغ کے مالک کا نام اس حکم نامے پر نہیں لکھا، کیا آپ بتانا پسند کریں گے۔"

"ہاں ضرور کیوں نہیں! اس جگہ کے مالک کا نام مرزا جہاں داد ہے۔" اس نے کہا۔

"کیا وہ اس وقت اندر ہیں۔"

"وہ کم ہی کہیں آتے جاتے ہیں، لہٰذا اس وقت بھی اندر موجود ہیں۔"

''شکریہ! کیا وہ ہم سے ملاقات کر سکتے ہیں۔''

''میں نے ان سے پوچھا نہیں، آپ اپنا کارڈ دے دیں، پوچھ لیتا ہوں۔''

''شکریہ!'' انہوں نے کہا اور کارڈ دے دیا۔

ایک بار پھر وہ تینوں اندر جانے کے لیے مڑ گئے۔ پانچ منٹ بعد صرف ایک گوریلے کی واپسی ہوئی۔ اس نے کارڈ نفرت زدہ انداز میں ان کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔

''وہ آپ جیسے چھوٹے لوگوں سے ملنا پسند نہیں کرتے۔''

''لیکن انہوں نے تم جیسے چھوٹے شخص کو کیسے ملازم رکھ لیا۔''

''کیا مطلب؟''

گوریلا بہت زور سے اچھلا، اس کا چہرہ مارے غصے کے سرخ ہو گیا... پھر اس کے ہاتھ میں پستول نظر آیا، دوسرے ہی لمحے اس نے اندھا دھند فائرنگ شروع کر دی۔

فوراً ہی دوڑتے قدموں کی آواز سنائی دی۔

☆O☆O
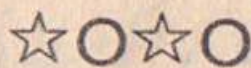
کیا مطلب!!

''خبردار! یہ کیا ہو رہا ہے۔'' انہوں نے استاد خان کی غراہٹ زدہ آواز سنی۔ اس وقت تک گوریلا اپنا پستول خالی کر چکا تھا اور اب اس کو حیرت زدہ انداز میں دیکھ رہا تھا۔ دوسری طرف انسپکٹر جمشید اور اکرام ایک طرف کھڑے مسکرا رہے تھے۔

''یہ فائرنگ کی آواز کیسی تھی۔'' نزدیک آ کر اس نے کہا۔

''اچھی تھی، کانوں کو بھلی لگی، البتہ ہمارے لیے نئی نہیں تھی۔'' انسپکٹر جمشید نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''اوہو! یہ فائرنگ کی کس نے۔'' استاد خان جھلا اٹھا۔

''کیا آپ ہمارے ہاتھوں میں پستول دیکھ رہے ہیں۔''

''نن نہیں... تت تو کیا چھوٹے نے فائرنگ کی ہے۔'' یہ کہتے ہوئے استاد گوریلے کی طرف مڑا۔

''اس شخص نے مجھے غصہ دلا دیا تھا... میں کیا کرتا استاد۔''

''کیا کہا تھا اس نے۔'' استاد خان کا لہجہ سرد ہو گیا۔

''اس نے کہا تھا... مرزا جہاں داد نے مجھ جیسے چھوٹے لوگوں کو ملازم کیسے رکھ لیا۔''

''انہیں یہ بھی تو بتاؤ! میں نے یہ بات کہی کس بات پر تھی۔'' انسپکٹر جمشید نے

طنزیہ انداز میں کہا۔

"اس نے مجھ سے آ کر کہا تھا، مرزا جہاں داد تم جیسے چھوٹے لوگوں سے ملنا پسند نہیں کرتے، جواب میں میں نے یہ کہہ دیا کہ انہوں نے تم جیسے لوگوں کو ملازم کیسے رکھ لیا۔ بس اتنی سی بات پر چھوٹے صاحب آپے سے باہر ہو گئے اور دھواں دھار فائرنگ کر دی۔ اللہ کا شکر ہے، کوئی گولی ہمیں نہیں لگی، ورنہ آٹے دال کا بھاؤ معلوم ہو جاتا تم لوگوں کو۔"

"کوئی گولی لگی نہیں، یہ کیسے ہو سکتا ہے۔" استاد خان نے کھوئے کھوئے انداز میں کہا پھر وہ چھوٹے کی طرف مڑا:

"یہ... میں نے کیا سنا ہے۔"

"میں خود حیرت زدہ ہوں۔"

"ایک پستول اور بھرو اور میرے سامنے فائرنگ کرو۔"

"اب اس کے ساتھ تم بھی مصیبت میں پھنس گئے یہ حکم دے کر۔"

"آپ اپنی فکر کریں، ان حدود میں داخل ہونے والوں کو تو ہم ویسے بھی گولی مار سکتے ہیں۔"

"کس قانون کے تحت۔"

"جس قانون کے تحت آپ یہاں کی تلاشی نہیں لے سکتے۔"

"تلاشی تو خیر ہم لیں گے... چاہے کچھ ہو جائے۔"

"شاید آپ بھول گئے، آپ کے چاروں طرف رائفلیں تنی ہیں۔"

"تلاشی ہم پھر بھی لیں گے۔"

"میں نے پستول پھر سے بھر لیا ہے استاد۔"

"ارے تو پھر دیکھ کیا رہے ہو... مار دو انہیں گولیاں... میں دیکھ لوں گا۔"

"دیکھ تو آپ اس وقت بھی رہے ہیں۔"

"جلدی کرو چھوٹے..."

چھوٹے نے اس بار خوب نشانہ لے کر پہلا فائر کیا۔ اکرام اس سے پہلے ہی جیپ کے پیچھے پوزیشن لے چکا تھا، جب کہ انسپکٹر جمشید اسی جگہ کھڑے رہے تھے۔ اکرام نے فائرنگ سے پہلے ان سے پوچھا:

"کیا مجھے جوابی فائرنگ کی اجازت ہے سر۔" اکرام بولا۔

"نہیں! ہم ان بندروں کو زندہ پکڑیں گے۔ چڑیا گھر میں کام آئیں گے، پچھلے سال ہمارے شہر کے چڑیا گھر کے دو گوریلے اور تین بڑے بندر مر گئے تھے، ان سے کچھ تو کمی پوری ہوگی۔"

"گوریلے! اگر یہ تمہاری فائرنگ سے اس بار بھی بچ گئے، تو پھر میری گولی تمہیں نہیں چھوڑے گی۔"

"نن نہیں استاد۔"

"تم کتنی مدت سے تنخواہ لے رہے ہو بھلا۔"

"چار سال سے۔"

"اور تمہیں ملازم کس حیثیت سے رکھا گیا تھا۔"

"بہترین نشانہ باز ہوں، اس لیے رکھا گیا تھا اور میں نے نشانہ بازی کا عملی ثبوت دیا تھا، تب مرزا صاحب نے مجھے ملازم رکھا تھا۔"

"لیکن اب وہ تمہیں فارغ کرنے میں دیر نہیں لگائیں گے۔"

"وہ تو بعد میں کریں گے استاد، اس سے پہلے آپ مجھے دوسری دنیا میں بھیج دیں گے۔" چھوٹے نے منہ بنایا۔

"اچھا خیر! تمہارا فیصلہ ان سے کرا لیتے ہیں... ان پر فائرنگ کرو، پستول خالی ہونے تک اگر ان میں سے ایک گر گیا تو ٹھیک ورنہ میں تمہیں مرزا صاحب کے سامنے

پیش کر دوں گا۔"

"او کے استاد... اب یہ نہیں بچیں گے۔"

یہ کہہ کر اس نے انسپکٹر جمشید کا نشانہ لیا اور فائر کر دیا۔ انسپکٹر جمشید کچھ فاصلے پر کھڑے نظر آئے، اس کا نشانہ بالکل خطا گیا تھا۔ اب اس نے دوسرا فائر کیا، وہ بھی خالی گیا۔ اب تو اس پر غصہ سوار ہو گیا۔ اس نے پے در پے فائرنگ شروع کر دی، یہاں تک کہ پستول خالی ہو گیا۔ ساتھ ہی اس کا رنگ فق ہو گیا۔

"میں نے ٹھیک کہا تھا نا... باس نے تم جیسے چھوٹے لوگوں کو کیوں ملازم رکھ لیا۔" انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

اب اس کے منہ سے ایک لفظ نہ نکلا...

"اب آپ لوگ جائیں... اس عمارت اور باغ کی تلاشی نہیں دی جائے گی، اگر آپ میں دم خم ہے تو تلاشی لے کر دکھا دیں... اور چھوٹے تم چلو میرے ساتھ... اور تم اوپر والو... ان کا دھیان رکھنا، یہ اندر داخل ہونے کی کوشش کریں تو چاروں طرف سے ان پر فائر کر دینا..."

یہ کہہ کر اس نے چھوٹے کو گریبان سے پکڑ لیا اور لے چلا اندر کی طرف۔ وہ بھیگی بلی کی طرح اس کے ساتھ چلنے لگا۔

عین اس وقت انہوں نے پولیس کی گاڑیوں کی آوازیں سنیں۔ یہ آوازیں استاد کے کانوں تک بھی پہنچ گئیں۔ وہ چونک کر مڑا۔ پھر اس نے گاڑیوں کی جلتی بجھتی لائٹیں دیکھ لیں۔

"تو تم نے پولیس کو بلایا ہے۔" اس نے طنزیہ انداز میں کہا۔

"یہی سمجھ لو۔" انسپکٹر جمشید نے کندھے اچکائے۔ اب تک وہ اور اکرام دو درختوں کے پیچھے اوٹ لے چکے تھے، کیونکہ عمارت والوں کا کچھ پتا نہیں تھا، کب وہ

فائرنگ شروع کردیں۔

''اب مرزا صاحب کو میدان میں آنا پڑے گا اور جب وہ میدان میں آجاتے ہیں تو بہت خون خرابہ ہوتا ہے۔''

''کوئی پروانہیں... اکرام، آئی جی صاحب کو رائفلوں کی رینج کے بارے میں بتادو...''

''او کے سر۔''

اکرام نے کہا اور درختوں کی اوٹ لیتا پیچھے ہٹنے لگا۔ آخر کار گاڑیوں کے نزدیک پہنچ گیا۔ آئی جی شیخ نثار احمد کی جیپ سب سے آگے تھی، اکرام کو دیکھ کر وہ بولے:

''ہاں اکرام! کیا بات ہے۔''

''سر! یہ لوگ تلاشی دینے پر آمادہ نہیں ہیں۔ عمارت کی چھت پر چاروں طرف رائفلوں والے موجود ہیں، گویا ہم نے دخل اندازی کی تو یہ ہم پر بے دھڑک فائرنگ کردیں گے۔'' اس نے بتایا۔

''اچھی بات ہے... پہلے ہم سپیکر پر اعلان کروادیتے ہیں۔''

آئی جی صاحب نے اشارہ کیا۔ سپیکر پر اعلان نشر ہونے لگا۔

''اس عمارت اور باغ کو چاروں طرف سے گھیرے میں لے لیا گیا ہے، ہمیں اس کی تلاشی لینا ہے، ہتھیار ایک طرف رکھ کر ہمیں تلاشی لینے کا موقع دیا جائے، اس طرح آپ قانون سے تعاون کریں گے، لیکن اگر آپ نے تلاشی دینے سے انکار کیا... تو پھر ہم قانون کے مطابق کارروائی عمل میں لائیں گے۔''

اس کے جواب میں عمارت کی طرف سے بھی آواز بلند ہوئی:

''اور ہمارا جواب یہ ہے کہ آپ لوگ اس عمارت کی تلاشی لینے کے مجاز نہیں

ہیں۔ ہمارے پاس وزارت خارجہ کی طرف سے سرٹیفکیٹ موجود ہے کہ اس جگہ کی تلاشی ملک کی پولیس لے ہی نہیں سکتی۔''

''اس اجازت نامے کے بارے میں معلوم کیا جائے گا۔لیکن اگر آپ اس سے پہلے تلاشی دے دیتے ہیں تو یہ آپ کے حق میں بہت بہتر ہوگا۔''

''ہرگز نہیں... ہم تلاشی نہیں دیں گے۔''

اسی وقت انسپکٹر جمشید بھی ان کے نزدیک پہنچ گئے۔

''آؤ جمشید... پہلے تو ذرا میں وزارت خارجہ سے معلوم کرلوں... آخر اس عمارت کو اتنی چھوٹ کیوں دی گئی ہے۔''

یہ کہہ کر انہوں نے رابطہ کرنے کی کوشش شروع کردی۔ آخر سلسلہ مل گیا اور وزیر خارجہ جاوید بورانی کی آواز سنائی دی:

''سر! آئی جی شیخ نثار احمد بات کر رہا ہوں۔''

''کیا بات ہے شیخ صاحب۔'' جاوید بورانی کی آواز ابھری۔

''سر! شہر کے مشرق میں قصبہ کالونی والی سڑک سے نیچے بائیں جانب ایک عمارت ہے، یہ عمارت مرزا جہاں داد کی ہے... عمارت کے ساتھ ایک باغ بھی ہے... ہمیں ان دونوں کی تلاشی لینا ہے، لیکن ان لوگوں کے پاس آپ کی طرف سے اجازت نامہ موجود ہے کہ ملکی پولیس اس جگہ کی تلاشی نہیں لے سکتی۔''

''آپ وہاں کہاں پہنچ گئے شیخ صاحب... فوراً وہاں سے واپس آجائیں۔''

''جی... کیا مطلب؟'' ان کے منہ سے مارے حیرت کے نکلا۔

دوسری طرف سے فون بند کردیا گیا۔

☆O☆O

جھٹکا

آئی جی صاحب نے انسپکٹر جمشید کی طرف دیکھا۔ ان کے چہرے پر ایک رنگ آ رہا تھا تو دوسرا جا رہا تھا:

''انہوں نے یہی کہا ہے نا سر... کہ ہم اس عمارت کی تلاشی نہیں لے سکتے۔''

''ہاں! بالکل یہی بات ہے۔'' انہوں نے سر ہلایا۔

''لیکن آپ نے ان سے یہ کیوں نہ کہا کہ حکومت کو جو آدمی مطلوب ہے، وہ اسی عمارت میں ہے اور اگر ہم نے تلاشی نہ لی تو اسے برآمد نہیں کر سکیں گے۔''

''انہوں نے کچھ کہنے کی مہلت نہیں دی۔''

''لیکن یہ بات تو ان سے کہنا ہو گی سر۔''

''اچھی بات ہے، میں ایک بار پھر فون کر رہا ہوں۔''

انہوں نے برا سا منہ بنایا، پھر نمبر ڈائل کیے، سلسلہ ملنے پر بولے:

''اسماعیل احمد کی فوری گرفتاری کے احکامات موصول ہوئے تھے سر...''

''ہاں تو پھر کیا اسماعیل احمد گرفتار ہو گیا ہے۔''

''اسی سلسلے میں اس عمارت کی تلاشی لینا چاہتے تھے، کیونکہ اسے یہیں لایا گیا ہے۔''

''یہ آپ کیسے کہہ سکتے ہیں۔'' جاوید بورانی کے لہجے میں حیرت تھی۔

''جس گاڑی میں اسے یہاں لایا گیا ہے سر، اس کا تعاقب انسپکٹر جمشید مسلسل کر رہے تھے، تعاقب کرتے ہوئے وہ یہاں پہنچے ہیں۔''

''ایک منٹ، میں ابھی آپ کو بتاتا ہوں کہ کیا کرنا ہے۔''

یہ کہہ کر وزیر خارجہ نے فون بند کر دیا۔

''اب کچھ الجھے ہیں وہ۔'' آئی جی صاحب مسکرائے۔

''لیکن میرا خیال ہے کہ ہمارے لیے کچھ اچھی خبر نہیں آئے گی۔'' انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

''کیا مطلب؟''

''ابھی معلوم ہو جائے گا۔''

جلد ہی پھر فون کی گھنٹی بجی۔ دوسری طرف جاوید بورانی کہہ رہے تھے:

''آپ وہاں سے پیچھے ہٹ آئیں... اسماعیل احمد گرفتار نہیں ہوتا، نہ ہو، اسے بھول جائیں۔''

''جو حکم سر۔''

اب وہ انسپکٹر جمشید کی طرف مڑے:

''تمہارا اندازہ درست تھا جمشید... ان کا کہنا ہے، اسماعیل احمد گرفتار نہیں ہوتا، نہ ہو، اسے بھول جائیں، اس عمارت کی تلاشی ہم نہیں لے سکتے۔''

''اسی حکم کی امید تھی مجھے۔''

''پھر... اب کیا کیا جائے۔''

''اب آپ یہ مجھ پر چھوڑ دیں...''

''لیکن جمشید جونہی تم اس عمارت میں داخل ہو گے، تمہیں معطل کرنے اور گرفتار

کرنے کے احکامات جاری ہو جائیں گے اور تم جانتے ہو، اس صورت میں میں کچھ نہیں کر سکوں گا۔"

"کیا کیا جا سکتا ہے سر... آپ یہ بھی تو سوچیں پروفیسر داؤد، خان عبدالرحمٰن اور تینوں بچے بھی اسماعیل احمد کے ساتھ اس عمارت میں موجود ہیں... اور میں تو یہ کہتا ہوں... یہ پانچوں اسماعیل احمد کے ساتھ نہ ہوتے، میں تو اس صورت میں بھی اس عمارت میں داخل ہوتا، اسماعیل احمد صاحب کو ان کے چنگل سے تو میں اس صورت میں بھی نکالتا۔"

"کیا کہہ رہے ہو جمشید... اس کی گرفتاری کا حکم ملا تھا ہمیں۔"

"جی ہاں سر! میں حکم کے مطابق انہیں گرفتار کرتا، حکومت کی طرف سے اسماعیل احمد پر جو الزام ہے، اس کے تحت ان پر مقدمہ چلواتا اور دوسری طرف ان کی وکالت میں خود کرتا... اس لیے کہ مجھے معلوم ہے..."

"کک... کیا کہا تم نے... تم... تم اس کی وکالت کرتے... یعنی خود گرفتار کرتے، خود اس پر مقدمہ بنواتے اور پھر اس کی وکالت بھی خود کرتے... تمہارا دماغ تو نہیں چل گیا جمشید۔"

"نہیں سر... بچوں نے غلطی کی... اسے میری پہنچ سے دور لے جانے کی کوشش میں لگے رہے، حالانکہ ان کی گرفتاری خود ان کے اور ہمارے حق میں بہتر تھی، اس طرح وہ عدالت سے باعزت بری ہو جاتے۔"

"یہاں تم بھول رہے ہو۔" وہ مسکرائے۔

"وہ کیسے سر؟"

"ایسے کہ جو لوگ اتنے اثر و رسوخ والے ہوں کہ ہم اس عمارت کی تلاشی نہیں لے سکتے... وہ عدالت میں تمہاری دال گلنے دیتے۔"

"عدالت میں اور بات ہوتی ہے سر... ہماری عدالتوں میں ابھی کچھ جج صاحبان ایسے ہیں، جو غلط کام کے بارے میں سوچ بھی نہیں سکتے، وہ استعفیٰ تو دے سکتے ہیں، غلط کام نہیں کر سکتے... ایسے ججوں کے نام میں جانتا ہوں، میں ان کا مقدمہ ایسے کسی جج کی عدالت میں لگواتا اور وکیل میں خود ہوتا۔"

"واقعی جمشید... تم بہت دور کی سوچتے ہو... بچوں نے یہ بات نہ سوچی... افسوس اور ان کے ساتھ پروفیسر داؤد اور خان عبدالرحمٰن بھی نکل پڑے... سوال یہ ہے کہ اب تم کیا کرو گے۔"

"یہ مجھ سے نہ پوچھیں... آپ اپنے ماتحتوں کو یہاں سے واپسی کا حکم نشر کروائیں... سپیکر پر آواز سنائی دے تاکہ وہ لوگ بھی سن لیں۔"

"اس میں تو اور زیادہ بے عزتی ہے جمشید۔" آئی جی صاحب نے پریشان ہو کر کہا۔

"ہم سبکی ضرور محسوس کریں گے، لیکن اس طرح وہ زیادہ اکڑ میں آ جائیں گے، بس اسی وقت میرا کام شروع ہو گا۔" انہوں نے جلدی جلدی کہا۔

"آخر تم کیا کرنا چاہتے ہو جمشید۔"

"بس... یہ نہ پوچھیں سر۔" انسپکٹر جمشید بولے۔

"اچھی بات ہے، اب میں تمہیں نہیں روکوں گا اور نہ کچھ پوچھوں گا، لیکن اتنا سوچ لو جمشید! اگر ان لوگوں نے اوپر تمہاری شکایت کر دی تو مجھے تمہاری گرفتاری کا حکم دیا جائے گا اور میں حکم کی تعمیل کروں گا۔"

"ایسی صورت میں مجھے آپ سے کوئی شکایت قطعاً نہیں ہو گی سر۔" وہ مسکرائے۔

"او کے! میں اعلان کرا رہا ہوں۔"

جلد ہی سپیکر پر یہ اعلان نشر ہونے لگا:

''آئی جی صاحب کا نیا حکم سنیں، اس عمارت کی ناکہ بندی فوراً ختم کر دیں، اپنی اپنی گاڑیوں میں بیٹھ جائیں، دفتر پہنچ کر واپسی کی رپورٹ کریں۔''

جب تین بار یہ اعلان دہرا دیا گیا تو عمارت کی طرف سے سپیکر پر طنزیہ انداز میں کہا گیا:

''ہاہا... دیکھا آپ نے آئی جی صاحب... اور انسپکٹر جمشید صاحب... آپ اس عمارت کی تلاشی نہیں لے سکے... حالانکہ آپ کو جن لوگوں کی تلاش ہے، ان کے بارے میں آپ کو یقین تھا کہ وہ یہیں ہیں، اس کے باوجود آپ کو تلاشی کی اجازت نہیں ملی... ہاہاہا۔''

قہقہہ طویل ہوتا چلا گیا، ان کے کانوں میں زہر گھولتا چلا گیا... لیکن وہ کر ہی کیا سکتے تھے۔ جلد ہی پولیس کی گاڑیاں واپس جا رہی تھیں اور وہاں سے کچھ فاصلے پر ایک درخت کی اوٹ لیے انسپکٹر جمشید اپنے کام میں مصروف تھے۔ اکرام بھی ان کے ساتھ موجود تھا، وہ آئی جی صاحب کے ساتھ واپس روانہ نہیں ہوا تھا، لیکن کچھ ہی دیر بعد وہ اپنی جیپ میں روانہ ہو گیا... دفتر پہنچ کر اس نے اپنی اور اپنے ایک ماتحت کی واپسی کی رپورٹ کر دی... ان کی واپسی کا وقت وغیرہ درج کر لیا گیا۔ وہاں سے اس کا ماتحت تو اس کے دفتر میں جا کر اس کی کرسی پر بیٹھ گیا، جب کہ وہ خود انسپکٹر جمشید کے دفتر میں داخل ہو کر ان کی کرسی پر بیٹھ گیا اور فائلوں کا مطالعہ شروع کر دیا۔ اس کے ایک ماتحت کی چھٹی کی درخواست بھی رجسٹر میں درج کر لی گئی۔

قریباً دو گھنٹے بعد وزیر خارجہ جاوید بورانی کا فون آئی جی صاحب کو ملا۔ وہ نہایت سخت اور سرد لہجے میں کہہ رہے تھے:

''میں نے آپ سے کیا کہا تھا شیخ صاحب۔''

”جی... میں سمجھا نہیں۔“ انہوں نے حیران ہو کر کہا۔

”میں نے آپ سے کہا تھا کہ اس عمارت کی تلاشی نہ لیں، وہاں سے لوٹ آئیں۔“

”بالکل ٹھیک سر... اور ہم اسی وقت لوٹ آئے تھے۔“

”آپ لوٹ آئے تھے اور انسپکٹر جمشید کو آپ وہیں چھوڑ آئے تھے... یہی بات ہے نا۔“

”انسپکٹر جمشید کی واپسی کا اندراج بھی رجسٹر میں موجود ہے سر، اور ان کے اسسٹنٹ سب انسپکٹر اکرام کی واپسی بھی رجسٹر میں درج ہے سر اور یہ دونوں اس وقت بھی دفتر میں موجود ہیں۔“

”یہ... یہ کیسے ممکن ہے۔“ جاوید بورانی بولے۔

”آپ دفتر میں تشریف لے آئیں اور اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں۔“

”میں آ رہا ہوں! آپ یہیں ٹھہریں۔“

”جی ضرور... کیوں نہیں۔“ وہ مسکرائے۔

اور پھر جاوید بورانی کی لمبی سی کار محکمہ سراغرسانی کی عمارت میں داخل ہوئی۔ انہوں نے کسی سے کوئی بات نہ کی... سیدھے انسپکٹر جمشید کے دفتر میں پہنچ گئے۔

انہیں ایک جھٹکا لگا، وہاں انسپکٹر جمشید بیٹھے اپنا کام کر رہے تھے۔

☆O☆O

پھانسی گھاٹ

''یہ... یہ میں کیا دیکھ رہا ہوں۔ آپ یہاں موجود ہیں، جب کہ میری اطلاعات یہ ہیں کہ آپ باقی لوگوں کے ساتھ اس عمارت سے روانہ نہیں ہوئے تھے، نہ آپ کے اسسٹنٹ اکرام روانہ ہوئے تھے۔''

''وہ بھی اپنے کمرے میں آپ کو نظر آئیں گے سر، آپ کا حکم ہو اور تعمیل نہ کی جائے، یہ کیسے ممکن ہے۔''

''لیکن یہ بھی تو ممکن نہیں۔'' وزیر خارجہ کہتے کہتے رک گئے۔

''فرمایئے سر... آپ کیا کہنے چلے تھے، یہ بھی تو ممکن نہیں...؟''

''کک... کچھ نہیں! اچھا ٹھیک ہے، آپ اب اس عمارت کی طرف رخ بھی نہ کیجیے گا۔''

''آپ کا مطلب ہے، میں اپنے دفتر میں ہوتے ہوئے بھی منہ اس طرف نہ کروں۔'' انسپکٹر جمشید کے لہجے میں حیرت تھی۔

''اوہ نہیں! میرا یہ مطلب نہیں تھا... آپ اس عمارت میں داخل ہونے کی کوشش نہیں کریں گے، نہ آپ کا کوئی ماتحت یہ کوشش کرے، آپ سمجھ گئے۔''

''یس سر۔'' انہوں نے فوراً کہا۔

''او کے۔'' وہ بولے اور جانے کے لیے مڑ گئے۔

جب ان کے دفتر کی عمارت سے نکلنے کی اطلاع مل گئی تو اس کمرے سے ایک فون کیا گیا، اس میں کہا گیا:

''وزیر خارجہ صاحب یہاں آئے تھے سر، یہ ہدایات دے گئے ہیں کہ اس عمارت کا رخ بھی نہ کیا جائے۔''

''او کے... دیکھا جائے گا۔'' جواب میں کہا گیا۔

O

رات تاریک تھی۔ ایسے میں انسپکٹر جمشید کی خفیہ فورس پوری طرح حرکت میں تھی۔ وہ اس عمارت کے گرد پوری طرح اپنا جال بچھانے میں مصروف تھی۔ جب انہوں نے اپنا کام مکمل کر لیا، تب پیغام دیا گیا:

''ہم نے اپنا کام پورا کر لیا ہے سر۔''

''بہت خوب! 1 تا 10 میرے ساتھ رہیں گے۔''

''او کے سر... وہ آپ کے پاس موجود ہیں۔''

''خوب! ہم اندر جا رہے ہیں، اللہ مالک ہے۔''

''عمارت سے باہر کا آپ فکر نہ کریں سر... ہم دیکھ لیں گے۔'' کہا گیا۔

''مجھے یہی امید ہے۔''

اور پھر اس عمارت کے اندر داخل ہونے کے لیے ایک سیڑھی لگائی گئی۔ یہ سیڑھی رسی کی بنی ہوئی تھی اور کمند کے ذریعے رسی کو چھت تک لے جایا گیا تھا۔ کمند کا اوپر والا سرا چھت میں جا کر کہیں پھنس گیا تھا۔ اب انسپکٹر جمشید آگے بڑھے تا کہ اوپر چڑھنا شروع کریں۔

''سر! سب سے پہلے آپ نہ جائیں، مجھے جانے دیں، چھت پر ہمارے لیے

خطرہ ہوسکتا ہے، ان لوگوں کو بھی اندازہ ہے، آپ ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر تو نہیں بیٹھ جائیں گے۔" نمبر ایک نے سرگوشی کی۔

"نہیں! سب سے پہلے میں جاؤں گا، چھت پر اگر خطرہ ہے تو اس کا سامنا میں کروں گا۔ یہ کیا کہ اپنی جان بچانے کے لیے اپنے ماتحت کی زندگی داؤ پر لگا دوں، نہیں نمبر 1 یہ نہیں ہوگا۔"

"سر! آپ کی زندگی میری نسبت کہیں زیادہ قیمتی ہے۔"

"اس دنیا میں کسی چیز کی کوئی کمی نہیں، اب بس! بحث میں وقت ضائع نہ کرو... تاہم تم میرے پیچھے آسکتے ہو۔"

ماتحت نے سرد آہ بھری اور ان کے پیچھے اوپر چڑھنے لگا۔ انسپکٹر جمشید اس کی سرد آہ سن کر مسکرائے.. وہ تیزی سے اوپر چڑھ رہے تھے... آخر وہ چھت کے نزدیک پہنچ گئے:

"نمبر 1! گوشت کے تین چار بڑے ٹکڑے چھت کی طرف اچھال دو۔"

"جی بہتر!"

فوراً ہی دھب دھب کی آواز سنائی دی اور پھر انہوں نے خونخوار کتوں کی غراہٹیں سنیں۔ وہ مسکرا دیے۔ گویا چھت پر کتے موجود تھے، لیکن وہ بھی ان کا انتظام کر کے چلے تھے۔

چند منٹ تک چھت پر گڑبڑ محسوس ہوتی رہی، پھر سکون ہو گیا۔

"آؤ بھئی... لگتا ہے، میدان صاف ہو گیا۔"

"کوئی دشمن بھی اوپر ہوسکتا ہے۔"

"ہمارے سروں پر بلٹ پروف خود اسی لیے ہیں کہ سب سے پہلے ہمارے سر اوپر ابھریں گے۔" وہ بولے۔

"لیکن سر... اگر انہوں نے سر پر فائر نہ کیا اور بقیہ دھڑ کے اوپر ہونے کا انتظار کیا..." نمبر 1 نے سوال کیا۔

"بقیہ دھڑ اوپر کرنے سے پہلے میں آنکھوں سے چھت کا جائزہ لے چکا ہوں، میرے ایک ہاتھ میں ٹارچ اور دوسرے میں پستول موجود ہے۔"

"بہت خوب!" نمبر 1 نے خوش ہو کر کہا۔

اور پھر انسپکٹر جمشید نے سر ابھارا، لیکن صرف اتنا کہ اگر فائر کیا جائے تو گولی خود پر لگے، وہ چند لمحے تک انتظار کرتے رہے... کوئی فائر نہ ہوا، اب انہوں نے نمبر 1 سے کہا:

"اپنے باقی سب ساتھیوں کو اوپر آنے کا اشارہ دو اور میری یہ ہدایت ذہن میں رکھو، جب تک میں چھت سے اشارہ نہ دوں، اس وقت تک اوپر نہ آنا... لیکن اگر میں دس منٹ تک اشارہ نہ دوں تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ میں پھنس گیا ہوں... اس صورت میں تم چھت پر آ کر دشمن سے مقابلہ کر سکتے ہو اور اپنے ساتھیوں کو چھڑانے کے لیے جو بھی کر سکو کر گزرنا۔"

"او کے سر۔" نمبر 1 نے درد بھرے انداز میں کہا۔

پھر انسپکٹر جمشید نے ٹارچ کی روشنی چھت پر لہرائی۔ چھت پر کوئی نظر نہ آیا۔ اب وہ اللہ کا نام لے کر چھت پر آ گئے۔ ادھر ادھر تین خوفناک کتے موت کی نیند سوتے نظر آئے۔

اس سے پہلے کہ وہ زینے کی طرف قدم اٹھاتے... نہ جانے کس طرف سے نکل کر دس آدمی ان کے سامنے آ کھڑے ہوئے:

"ہمیں معلوم تھا... آپ یہاں آئیں گے۔"

"یہ سن کر کوئی حیرت نہیں ہوئی۔" وہ بولے۔

''ہم دس ہیں، دس کے دس پستولوں کے رخ آپ کی طرف ہیں... آپ زیادہ سے زیادہ ایک وقت میں تین آدمیوں کا وار بچا سکتے ہیں اور بس لیکن جب آپ پر دس طرف سے فائرنگ ہوگی تو آپ کیا کر لیں گے۔''

''گویا آپ میری موت کا سامان کر کے آئے ہیں۔''

''اور کیا۔'' وہ مسکرایا۔

''ٹھیک ہے... میں گرفتاری دیتا ہوں۔'' انہوں نے کچھ سوچ کر کہا۔

''ہمیں اندازہ تھا۔'' وہ ہنسا۔

اور پھر انہیں رسیوں سے باندھ دیا گیا۔

''اسے آگے لگا کر منڈیر تک چلے جاؤ اور ان کے ماتحتوں سے کہو، وہ بھی خود کو ہمارے حوالے کر دیں... ورنہ ہم انسپکٹر جمشید کو گولی مار دیں گے۔''

''تم لوگ بھی اوپر آ جاؤ بھئی اور خود کو ان کے حوالے کر دو۔''

نمبر ایک نے ماتحتوں کو اشارہ کیا... وہ سب اوپر آ گئے۔

''بھئی واہ... ہم بھی دس ہیں اور انسپکٹر جمشید بھی دس آدمی لے کر آئے تھے... اب آئے گا مزا۔''

انہیں بھی رسیوں سے جکڑا جانے لگا۔

''یہ... یہ کیا ہوا سر۔'' نمبر ایک نے پریشان ہو کر کہا۔

''یہ کچھ نہیں ہوا، ایسا ہوتا رہتا ہے... اللہ مالک ہے۔''

پھر انہیں نیچے لایا گیا۔ ایک کمرے کا دروازہ کھولا گیا اور ان سے کہا گیا:

''اس کمرے میں آرام کریں، یہاں آپ کے باقی ساتھی بھی ہیں۔''

''شکریہ! یہ آپ نے اچھا کیا... ہمیں ہمارے ساتھیوں سے ملا دیا۔''

''صبح تک آپس میں مل لو... سورج طلوع ہوتے ہی تم لوگوں کو پھانسی دے دی جائے گی، ہمارے مرزا صاحب پھانسی کے منظر سے بہت خوش ہوتے ہیں اور صبح تو انہیں یہ منظر سترہ بار دیکھنے کو ملے گا۔''

وہ کمرے میں داخل ہوئے، دروازہ باہر سے بند کر دیا گیا۔

کمرے میں گھپ اندھیرا تھا۔

''کیا تم یہاں ہو؟'' انسپکٹر جمشید بولے۔

''نہیں۔'' فاروق کی آواز سنائی دی۔

''اگر نہیں کہا ہے تو پھر تو موجود ہو۔''

''نہیں اس لیے کہا کہ ہمیں ایک فیصد بھی امید نہیں تھی کہ آپ بھی پھنس جائیں گے۔''

''ہم ایک جگہ جمع ہو گئے... کیا یہ اچھا نہیں ہے۔''

''لیکن صبح ہم سب کو ایک جگہ پھانسی بھی تو دے دی جائے گی، اس کے بارے میں کیا خیال ہے۔''

''ہمیں بتایا گیا ہے، ایسا منظر دیکھ کر مرزا صاحب بہت خوش ہوتے ہیں، یہ مرزا صاحب کون ہیں۔''

''مرزا جہاں داد... اس عمارت کا مالک...''

''اس کا مطلب ہے... یہاں... اس عمارت میں ہمارے ملک کا کوئی قانون لاگو نہیں ہے... جو یہ چاہتے ہیں کرتے ہیں، انہیں کھلی چھٹی ہے۔'' انسپکٹر جمشید نے جلدی جلدی کہا۔

''جی ہاں! یہی بات ہے۔''

''کیا تم لوگ بھی بندھے ہوئے ہو۔''

''ہاں! کم بختوں نے بہت کس کر رسیاں باندھ رکھی ہیں۔'' محمود کی آواز سنائی دی۔

''صبح بھی ہونے والی ہے۔''

''حد ہوگئی... صبح کی خبر تو اس طرح دے رہے ہیں جیسے صبح ہماری رہائی ہو جائے گی۔''

''رونے دھونے سے کیا ہوگا... کیا پھانسی ٹل جائے گی...''

''نہیں... یہ لوگ کہاں ہٹنے والے ہیں۔''

وہ کمرے میں اسی قسم کی باتیں کرتے رہے اور ساتھ میں اپنا کام بھی کرتے رہے۔ پھر کلائی پر بندھی ریڈیم ڈائل والی گھڑیوں نے انہیں بتایا کہ دن نکلنے والا ہے۔

وہ تیار ہو گئے۔ سورج نکلنے والا تھا اور عمارت کے ملازم انہیں پھانسی گھاٹ تک لے جانے کے لیے آنے والے تھے۔

آخر انہوں نے ان لوگوں کے دروازے پر پہنچنے کی آوازیں سنیں... دروازہ کھولا جانے لگا۔

ان کے دل ان لمحات میں بہت تیزی سے دھڑک رہے تھے۔

☆O☆O

جلدی کرو

دروازہ کھلا، وہ لوگ اندر داخل ہوئے، ظاہر ہے، وہ سب کے سب اس خیال میں تھے کہ اندر موجود ان کے شکار پوری طرح رسیوں سے بندھے ہوئے ہیں، انہیں تو بس اتنا کرنا ہے کہ اٹھا کر پھانسی گھاٹ تک پہنچانا ہے اور بس... اسی لیے وہ بے فکری کے انداز میں اندھا دھند داخل ہوئے تھے۔ آن کی آن میں ان پر قیامت ٹوٹ پڑی۔ وہ تابڑ توڑ لاتیں اور گھونسے انہیں پڑے کہ لمبے لیٹتے ہی بنی۔ انہوں نے کمرے کا دروازہ اندر سے بند کر دیا۔ ان کے اسلحے پر فوراً قبضہ کر لیا:

"یہ... یہ... یہ کیا؟" ان میں سے ایک نے مارے حیرت کے کہا۔

"یہ... یہ... یہ وہی۔" فاروق نے اسی کے انداز میں کہا۔

"مم... میرا مطلب ہے، تم لوگوں نے رسیاں کیسے کاٹ ڈالیں۔"

"راز کی بات ہے، ہر ایک کو بتانے لگے، پھر تو سبھی اپنی رسیاں کاٹ لیا کریں گے اور ہم اپنا سا منہ لے کر رہ جایا کریں گے۔" فاروق مسکرایا۔

"لیکن اپنا سا منہ کیوں، کسی اور کا منہ کیوں نہیں۔" خان عبدالرحمٰن کے لہجے میں حیرت تھی۔

"آپ کسی اور کا منہ لے کر رہ جایئے گا، میں کوئی اعتراض نہیں کروں گا۔"

فاروق نے فوراً کہا۔

''یار تم کسی اور کو بھی بات کرنے دو گے یا نہیں۔'' انسپکٹر جمشید جھلا اٹھے۔

''جج... جی... کیوں نہیں، کون صاحب بات کرنا چاہتے ہیں یہاں اور کیا بات کرنا چاہتے ہیں... کریں بات! ہم سب سننے کے لیے ہمہ تن گوش ہیں۔''

''یہ ہمہ تن گوش کیا ہوتا ہے جمشید۔'' پروفیسر داؤد نے پوچھا۔

''حد ہو گئی... آپ لوگ بھی انہی کے رنگ میں رنگ جاتے ہیں۔'' انسپکٹر جمشید نے برا سا منہ بنایا۔

''اچھا تو بتاؤ... ہم دونوں کس کے رنگ میں رنگے جائیں۔'' خان عبدالرحمٰن مسکرائے۔

''دیکھا تم نے... میں کہتا ہوں، ایک ایک لمحہ قیمتی ہے، پھانسی گھاٹ پر مرزا جہاں داد ہمارا انتظار کر رہا ہوگا، بری طرح پیچ و تاب کھا رہا ہوگا۔''

''تو کیا وہ ناشتا پیچ و تاب سے کرتا ہے۔'' محمود کے لہجے میں حیرت تھی۔

''بس شروع ہو گئے، سب کے سب۔''

''میں نے کوئی حصہ نہیں لیا ابا جان اب تک۔'' فرزانہ نے فوراً کہا۔

''یہ جملہ بول کر تم الگ تھلگ بھی نہیں رہ گئیں۔'' محمود نے اسے گھورا۔

''تو اس طرح گھورنے کی کیا پڑ گئی، آنکھوں ہی آنکھوں میں کھا ڈالو گے کیا۔''

''مجھے آدم خور بننے کا کوئی شوق نہیں؟'' وہ فوراً بولا۔

''اچھا ٹھیک ہے، جب تم باتیں کر کے تھک جاؤ تو مجھے بتا دینا... لیکن نہیں، میں تو اپنا کام شروع کرتا ہوں، میں کیوں وقت ضائع کروں۔''

انہوں نے کہا اور ان سب کو انہی رسیوں سے باندھنے لگے جن سے انہوں نے خود انہیں باندھا تھا، لیکن انہوں نے ان کے پیر نہیں باندھے، کیونکہ ابھی

انہیں پھانسی گھاٹ تک لے جانا تھا۔

"اوہ تو یہ کام کرنا تھا، آپ نے پہلے کیوں نہیں بتایا۔"

پھر وہ سب حرکت میں آ گئے... انہیں تیزی سے باندھنے لگے۔ صرف خان عبدالرحمٰن کلاشن کوف سنبھالے کھڑے رہے، تاکہ ان میں سے کوئی غلط حرکت نہ کر سکے۔ جلد ہی ان سب کو باندھ دیا گیا۔

"اب انہیں پھانسی گھاٹ کی طرف لے چلو... آج مرزا جہاں دادان کی پھانسی کا منظر دیکھ کر دل خوش کرے گا۔"

"نن... نن... نہیں۔" وہ کانپ اٹھے۔

"لیکن کیوں نہیں... کیا تم لوگ اس عمارت میں انسانوں کو پھانسیاں نہیں دیتے رہے... کیا قانون کو اپنے ہاتھوں میں نہیں لے رکھا تھا، کیا ہمارے ملک کی پولیس اور فوج یہاں کے کسی معاملے میں دخل اندازی کر سکتی ہے... اگر نہیں تو آخر کیوں... اور اب جو ہم کرنے لگے ہیں... وہ کیوں نہیں۔" انسپکٹر جمشید پر جوش انداز میں بولے۔

"خوب! جمشید... تقریر پسند آئی۔" پروفیسر داؤد خوش ہو کر بولے۔

"لل... لیکن... میں نے تقریر کب کی ہے۔" وہ گھبرا گئے۔

"اوہ اچھا! یہ تقریر نہیں تھی... خیر جو کچھ بھی تھا، پسند آیا..."

"راستہ بتاؤ... پھانسی گھاٹ کا... اور یہ بتاؤ... مرزا جہاں داد وہاں موجود ہو گا یا نہیں۔"

"ہاں! وہ تو بہت بے چینی کے عالم میں کھڑے ہیں۔"

"پھر تو مزا آ جائے گا... آج ان کی ساری پریشانیاں ختم ہو جائیں گی۔"

انہوں نے راستہ بتا دیا... وہ ان لوگوں کو آگے لگا کر پھانسی گھاٹ کی

طرف چلے۔

''اگر تم میں سے کسی نے منہ سے آواز نکالنے کی کوشش کی تو ہم اس کے سر پر کلاشن کوف کا بٹ اس زور سے بجائیں گے کہ ... '' فاروق بولا۔

''کس زور سے بجائیں گے، تم نے جملہ نامکمل کیوں چھوڑ دیا؟'' محمود نے جھلا کر کہا۔

''اس زور سے بجائیں گے کہ کیا کبھی کسی نے اس زور سے بجایا ہوگا۔'' فاروق مسکرایا۔

''اچھا بس... چپ رہو، ایک تو اتنے وزنی قسم کے لوگ لے جانا پڑ رہے ہیں اوپر سے تم باتوں کا بوجھ ڈال رہے ہو۔'' محمود کی جلی کٹی آواز سنائی دی۔

پھر وہ ایک ہال میں داخل ہوئے۔ انسپکٹر جمشید کے ہاتھ میں پستول بالکل تیار تھا۔ یوں انہیں اطمینان تھا کہ مرزا جہاں داد بالکل بے خبر ہوگا۔

اور یہی ہوا۔ جب وہ اندر داخل ہوئے تو وہ منہ دوسری طرف کیے کھڑا تھا:

''ہم ان لوگوں کو لے آئے ہیں۔'' انسپکٹر جمشید نے آواز بدل کر کہا۔

''خوب! بہت خوب۔''

ساتھ ہی وہ ان کی طرف مڑا:

''یہ... یہ کیا... یہ میں کیا دیکھ رہا ہوں۔''

''ہم نے سنا ہے... آپ پھانسی کا منظر دیکھ کر بہت خوش ہوتے ہیں اور اس وقت تک نہ جانے کتنے مظلوموں کو پھانسی دے کر خوش ہو چکے ہیں، یعنی اس ملک کے قانون کا آپ کو ذرہ بھر خیال نہیں۔''

''تت... تم... تم کون ہو۔'' وہ بوکھلا کر بولا۔ ساتھ ہی اپنا ہاتھ جیب کی طرف

لے گیا۔

''پستول نکالنے کی کوشش بے کار ہوگی، ادھر تمہارا ہاتھ جیب میں داخل ہوگا، ادھر جیب سے خون نکلے گا۔''

''جج.... جیب سے خون۔'' فاروق گھبرا گیا۔

''کیوں، تمہیں کیا ہوا۔'' فرزانہ چونکی۔

''مم... میرا مطلب ہے۔ یہ کسی ناول کا نام ہوسکتا ہے۔''

''دھت تیرے کی...'' محمود برا سا منہ بنا کر رہ گیا۔

انہوں نے دیکھا... دیوار کے ساتھ واقعی پھانسی کا پھندہ لٹک رہا تھا، اس کو بالکل اس طرح نصب کیا گیا تھا کہ جس طرح جیل میں ہوتا ہے۔

''یہ سب کیا ہے... ان لوگوں نے تم پر قابو کس طرح پالیا، کیا تم نے انہیں باندھ کر کمرے میں نہیں ڈالا تھا۔'' جہاں داد گرجا۔

''جج... جی بالکل باندھا تھا۔''

''تب پھر انہوں نے رسیاں کس طرح کھول لیں۔''

''یہ بات انہوں نے ہمیں نہیں بتائی، ان کا کہنا ہے، یہ ایک راز کی بات ہے۔''

''تت... تم... کیا تم بچ جاؤ گے، میں اس ملک کے قانون کو اپنی انگلیوں پر نچاتا ہوں۔''

''اور ہماری عادت ہے، جو ہمارے ملک کے قانون سے ٹکراتا ہے، ہم اسے اس قابل نہیں چھوڑتے کہ قانون کا مذاق اڑا سکے۔''

''دیکھتے ہیں... بھئی... دیکھتے ہیں۔''

''خان عبدالرحمٰن! اسے بھی باندھ لو... یہ بھی کیا یاد رکھے گا...'' انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

''ضرور... کیوں نہیں۔''

''تت... تم ہو کون؟'' اس نے انسپکٹر جمشید کی طرف دیکھا...

وہ سب اس عمارت میں میک اپ میں داخل ہوئے تھے، انسپکٹر جمشید کے میک اپ میں اکرام دفتر میں موجود تھا... اور اس کا ایک ماتحت اس کے میک میں اکرام والے دفتر میں موجود تھا، تاکہ وزیر خارجہ یہ نہ کہہ سکیں... انسپکٹر جمشید نے اس عمارت میں داخل اندازی کی ہے... ایسے لوگوں سے انسپکٹر جمشید ہمیشہ اس طرح نبٹا کرتے تھے۔

جہاں داد کو بھی باندھ لیا گیا۔

''پھانسی کا عمل شروع کیا جائے۔'' انسپکٹر جمشید نے سرد آواز میں کہا۔

''نن... نن... نہیں۔'' وہ سب چلا اٹھے۔ صرف جہاں داد سکتے کے عالم میں کھڑا تھا۔

''لیکن کیوں نہیں... سوال تو یہ ہے۔''

اس سوال کا ان کے پاس کوئی جواب نہیں تھا۔ آخر انہیں ایک ایک کر کے پھانسی کے تختے تک لے جایا گیا۔ تختے کے نیچے لاشیں گرانے کا انتظام بھی تھا، نیچے ایک گہرا کنواں تھا۔

انہیں باری باری پھانسی دی جانے لگی، وہ روتے رہے، چلاتے رہے، ایسے میں جہاں داد نے ایک بار صرف اتنا کہا:

''تم اپنے ملک کے قانون کو کیا جواب دو گے۔''

''اللہ نے چاہا تو ایسی نوبت نہیں آئے گی۔'' انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

''تم ہو کون۔''

''ظلم کے خلاف اٹھنے والے چند سر پھرے۔'' وہ بولے۔

''اچھا تم مجھے چھوڑ دو... ان سب کو پھانسی دے دو... میں تمہیں اتنی دولت دوں گا... اتنی دولت دوں گا... ''وہ کہتے کہتے رک گیا۔

''اچھا کیا، تم نے جملہ درمیان میں چھوڑ دیا، ہمیں یہ جاننے کی قطعاً کوئی خواہش نہیں کہ تم ہمیں کتنی دولت دو گے... کیونکہ ہمیں یہ سودا کرنا ہی نہیں ہے، چاہے تم ساری دنیا کی دولت ہمارے قدموں میں ڈھیر کر دو... اپنا کام جاری رکھو بھئی۔''

انہوں نے خفیہ فورس سے کہا۔

''اور پھر وہ سب کے سب پھانسی پا گئے... آخر جہاں داد کی باری آئی۔

''تم قانون سے کھیل رہے ہو۔''وہ چیخا، لیکن اس کی آواز میں اب دم خم نہیں رہا تھا۔

''خوب! یہ بات وہ کہہ رہا ہے، جو ہمارے ملک کے قانون سے کھیلتا رہا ہے... کیا تم نے ان گنت لوگوں کو یہاں پھانسی نہیں دی۔''

''ہاں دی ہے... ہم اس ملک کے قانون کو نہیں مانتے، نہ اس ملک کے قانون کے ہم پابند ہیں، انشارجہ کی حکومت تم سے سمجھ لے گی۔''

''تو یوں کہو... تم انشارجہ کے ہو۔''

''ہاں ہاں... ہاں۔''

عین اس وقت ان کو وائرلیس سیٹ پر اشارہ موصول ہوا۔ انہوں نے فوراً سیٹ آن کر لیا:

''سر! بہت بڑے بڑے آفیسر اس طرف آتے نظر آ رہے ہیں، آپ کے پاس وقت بہت کم ہے... ابھی آپ کو چھت کے راستے واپس نیچے بھی اترنا ہے۔''

''سیڑھی وہاں اسی طرح لگی ہوئی ہے نا۔''

''ہاں! بالکل۔''
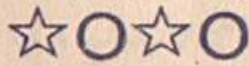
''تب تم فکر نہ کرو... بس آخری آدمی رہ گیا ہے۔'' یہ کہہ کر انہوں نے سیٹ بند کر دیا اور ماتحتوں سے بولے:

''جلدی کرو بھئی۔''

جہاں داد نے منہ سے آواز نکالنی چاہی، لیکن اس کا منہ فوراً بند کر دیا گیا۔

ادھر اسے پھانسی دے کر کنوئیں میں گرایا گیا، ادھر بیرونی دروازے پر بہت سی بڑی چھوٹی گاڑیاں رکنے کی آواز سنائی دی۔

''آؤ جلدی کرو۔'' انسپکٹر جمشید بولے۔

☆○☆○

بقیہ زندگی

وزیر خارجہ اپنی کار سے اترے۔ ان کے ساتھ پولیس کے بڑے بڑے آفیسر موجود تھے۔ بھاری تعداد میں پولیس بھی موجود تھی۔ دیکھتے ہی دیکھتے عمارت کے گرد گھیرا ڈال دیا گیا۔

''دروازے پر زوردار انداز میں مسلسل دستک دی جائے۔''

دستک شروع ہوئی، لیکن کوئی نہ آیا۔ آخر سیڑھی لگا کر اندر کی طرف پولیس اتر گئی۔ پھر اندر سے دروازہ کھولا گیا۔

''پوری عمارت کی تلاشی لی جائے...'' وزیر خارجہ بولے۔

پولیس اسی وقت حرکت میں آ گئی۔ ایسے میں آئی جی صاحب آگے بڑھے اور ادب سے بولے:

''سر آپ نے اب تک نہیں بتایا... بات کیا ہے۔''

''انسپکٹر جمشید کو حکم دیا گیا تھا کہ اس عمارت کے کسی معاملے میں دخل نہ دیں، لیکن وہ باز نہیں آئے۔ جن لوگوں کی یہ عمارت ہے، ان کی طرف سے مجھے اطلاع دی گئی ہے کہ انسپکٹر جمشید یہاں برابر دخل اندازی کر رہے ہیں۔''

''جب کہ آپ خود انہیں دفتر میں دیکھ چکے ہیں۔ ان کے اسسٹنٹ اکرام کو بھی

دیکھ چکے ہیں۔''

''لیکن یہاں بھی ان کی کارروائی جاری رہی ہے، ابھی ہم ثابت کریں گے۔''

''بہت بہتر سر!'' شیخ صاحب بولے۔

وزیر خارجہ اس مہم کے لیے ایسے پولیس آفیسر لائے تھے جو انسپکٹر جمشید سے خار کھاتے تھے، لہٰذا وہ بھلا کوئی کسر کیوں اٹھا رکھتے۔ انہوں نے عمارت کے چپے چپے کی تلاشی لی... آخر سب اس جگہ حاضر ہوئے، جہاں وزیر خارجہ موجود تھے:

''پوری عمارت کی تلاشی لی جا چکی ہے سر... کہیں سے کچھ نہیں ملا، البتہ۔'' وہ کہتے کہتے رک گیا۔

''البتہ کیا۔'' وہ بے چین ہو کر بولے۔

''عمارت کے پچھلی طرف ایک پھانسی گھاٹ بنایا گیا ہے۔''

''کیا کہا... پھانسی گھاٹ۔''

''ہاں جناب! جیسا جیلوں میں موت کی سزا دینے کے لیے بنایا جاتا ہے۔''

''حیرت ہے، کیا وہ پھانسی گھاٹ نیا بنایا گیا ہے؟'' انہوں نے پوچھا۔

''جی نہیں، وہاں نئے پن کے آثار بالکل نہیں ہیں، وہ بہت پرانا بنا ہوا ہے۔ اس کے نیچے ایک کنواں ہے۔''

''کک... کیا کہا، کنواں؟''

''ہاں جناب! کنواں، کنوئیں کے اوپر لکڑی کا تختہ فٹ ہے، جب کسی کو پھانسی دی جاتی ہے تو اس تختے میں ایک خلا نمودار ہوتا ہے، پھانسی پانے والا اس خلا سے نیچے جا گرتا ہے اور تختہ پھر اپنی جگہ آ جاتا ہے۔ گویا لیور سے کام لیا جاتا ہے۔''

''یہ تو کافی خوفناک خبر ہے، کیا اس کنوئیں میں کچھ لاشیں موجود ہیں۔''

''جی ہاں! کیوں نہیں... ایک مرتبہ آپ نے کسی سلسلے میں مجھے اس عمارت میں بھیجا تھا۔ اس وقت جن لوگوں سے ملاقات ہوئی تھی، وہ شاید اب اس کنوئیں میں موجود ہیں۔''

''کک... کیا کہا۔'' وہ چلا اٹھے۔

''ہاں جناب! اس عمارت میں جتنے لوگ موجود تھے، شاید ان سب کو پھانسی دی جا چکی ہے۔''

''نن نہیں... نہیں... نہیں۔'' وہ پوری قوت سے چلائے۔

شاید یہ خبر ان کے لیے بہت خوفناک تھی... پھر وہ سب لوگوں کے ساتھ اس کنوئیں پر آئے۔ لاشوں کو دیکھ کر ان کی طبیعت متلانے لگی۔ پولیس والوں کو حکم دیا گیا کہ ان لاشوں کو نکالا جائے۔

یہ کام بہت ناخوش گوار تھا، لیکن انہیں کرنا پڑا۔ باقی لوگ شدید بو کی وجہ سے پیچھے ہٹ آئے۔

اس کام میں کئی گھنٹے لگ گئے۔ تازہ لاشوں کو دیکھ کر وزیر خارجہ سکتے میں آ گئے، باقی لاشیں تو ہڈیوں کے پنجر بن چکی تھیں، ان کے بارے میں یہ اندازہ نہیں لگایا جا سکتا تھا کہ وہ کن لوگوں کی ہیں، لیکن بہر حال وہ انسانی پنجر تھے اور ظاہر ہے کہ انہیں پھانسی دے کر ہلاک کیا گیا تھا اور یہ سب کچھ ان کے اپنے ملک میں قانون کو بے خبر رکھ کر کیا گیا تھا۔

''انگلیوں کے نشانات اٹھائے جائیں، ریکارڈ سے ان کو ملایا جائے، خاص طور پر یہ دیکھا جائے کہ انسپکٹر جمشید اور ان کے ساتھیوں کی انگلیوں کے نشانات یہاں ہیں یا نہیں۔''

ان کے اس حکم کی تعمیل شروع ہوئی۔ آخر وہ فارغ ہو گئے اور سب

کے سب واپس لوٹ گئے۔ تمام لاشوں کو ایک ٹرک میں لے جایا گیا۔

وزیر خارجہ سیدھے دفتر آئے، وہاں انسپکٹر جمشید اور اکرام موجود تھے۔

''آپ دونوں کہاں تھے۔'' وہ سرد آواز میں بولے۔

''ہم دفتر میں تھے... یہاں کام بہت تھا، دفتر میں ہی موجود رہے اور اپنا کام ختم کرنے کی کوشش کرتے رہے۔''

''اس بات کے گواہ ہیں آپ کے پاس۔''

''دفتر میں جتنے لوگ ہیں، ان میں سے جو دن کے وقت ڈیوٹی پر تھے، وہ بھی گواہی دیں گے... جو رات کے وقت ڈیوٹی پر تھے، وہ بھی گواہی دیں گے۔''

اب انہوں نے سب لوگوں سے گواہیاں لیں۔ سب کے سب نے تصدیق کی کہ انسپکٹر جمشید اور ان کے ماتحت مسلسل دفتر میں موجود رہے ہیں۔ کہیں نہیں گئے۔''

''کیا یہ پہلے بھی اس طرح دفتر میں موجود رہتے ہیں۔''

''جی ہاں اکثر۔''

اب وزیر خارجہ کیا کر سکتے تھے، اپنا سا منہ لے کر رہ گئے۔ پھر آئی جی صاحب کی طرف مڑے:

''لیکن اس حکم کا کیا ہوگا شیخ صاحب؟''

''جی... کون سے حکم کا۔''

''میں نے حکم دیا تھا کہ مولوی اسماعیل احمد کو چوبیس گھنٹے کے اندر اندر گرفتار کیا جائے اور یہ ڈیوٹی انسپکٹر جمشید کی لگائی جائے... چوبیس گھنٹے گزر چکے ہیں، انسپکٹر جمشید ناکام ہو چکے ہیں، لہٰذا انہیں معطل کیا جاتا ہے۔''

''آپ بھول رہے ہیں سر۔'' آئی جی مسکرائے۔

''میں بھول رہا ہوں، کیا بھول رہا ہوں۔''

''میں نے آپ کو اطلاع دی تھی... ایک عمارت کو گھیرے میں لیا گیا ہے... مولوی اسماعیل احمد کو اس عمارت میں لے جایا گیا ہے لیکن اس عمارت والوں کے پاس حکومت کی طرف سے اجازت نامہ موجود ہے کہ عمارت کی تلاشی نہیں لی جا سکتی... آپ نے فوراً فرمایا تھا... ٹھیک ہے، اس عمارت کی تلاشی نہ لی جائے... اسماعیل احمد گرفتار نہیں ہوتا، نہ ہو... تو ہم نے اس عمارت سے محاصرہ اٹھا لیا تھا... اسی کے بعد تو وہاں گڑبڑ ہوئی ہے، لوگوں کو پھانسیاں دی گئی ہیں جناب! اگر انسپکٹر جمشید کو تلاشی لینے دی جاتی تو ایسا نہ ہوتا۔''

''اوہ... اوہ۔'' وہ سکتے میں آ گئے۔ منہ سے کچھ نہ کہہ سکے... پھر وہ خاموشی سے اٹھے اور اپنی کار کی طرف بڑھ گئے۔

اسی شام وہ لوگ اپنے پائیں باغ میں بیٹھے تھے... ایسے میں محمود نے پوچھا:

''کیا یہ کیس ختم ہو چکا ہے۔''

''ہاں! اور کیا، اس میں اب کیا رہ گیا ہے۔'' انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

''میرا خیال ہے... اس طرح آج تک کوئی کیس ختم نہیں ہوا ہوگا۔'' فاروق بولا۔

''چلو کوئی تو ہو گیا۔''

''لیکن... لیکن... وہ...'' فرزانہ نے کہنا چاہا۔

''لیکن اور وہ کے چکر میں نہ پڑو... تمہیں پتا ہی ہے۔'' انسپکٹر جمشید جلدی سے بولے۔

''جی... کیا پتا ہے۔''

”کچھ نہ پوچھو... تمہیں کیا پتا ہے۔“

اور وہ سہم گئے... دراصل وہ مولوی اسماعیل احمد کے بارے میں جاننا چاہتے تھے، لیکن انسپکٹر جمشید نے اشارے سے انہیں منع کر دیا کہ ان کا ذکر نہ چھیڑا جائے... اس لیے کہ دیواروں کے بھی کان ہوتے ہیں۔

ایک دن انسپکٹر جمشید نے گھر میں اعلان کیا:

”آج میرا موڈ گھومنے کا ہے... یعنی ہم تفریح کے لیے چلیں گے... خان عبدالرحمٰن اور پروفیسر داؤد صاحبان بھی ساتھ ہوں گے۔“

وہ یہ سن کر خوش ہو گئے، ایسے اعلانات انسپکٹر جمشید کم ہی کرتے تھے۔ ان کی زندگی میں بس کام، کام اور کام تھا۔ کہیں تفریح کے لیے نکل جاتے تھے تو بھی کوئی کیس پلے پڑ جاتا تھا۔ تھوڑی دیر بعد وہ خان عبدالرحمٰن کی بڑی گاڑی میں سفر کر رہے تھے۔ شہر سے باہر نکلے تھے کہ گاڑی پنکچر ہو گئی... پاس ہی چند مکانات تھے۔ ان میں سے چند افراد ٹائر پھٹنے کی آواز سن کر باہر نکل آئے اور پھر انہوں نے ٹائر لگانے کی پیش کش کی۔ یہ کام انسپکٹر جمشید اور خان عبدالرحمٰن اگرچہ خود کر لیتے تھے، لیکن ان کی پیش کش کے آگے انہوں نے ہتھیار ڈال دیے۔

وہ ٹائر تبدیل کرنے لگے۔ ساتھ میں ان سے باتیں کرنے لگے.. ان میں سے ایک کی آواز انہیں کچھ جانی پہچانی سی لگی... تینوں اسے گھورنے لگے.. پہچاننے کی کوشش کرنے لگے... لیکن پہچان نہ سکے۔

”ان صاحب کی آواز جانی پہچانی سی ہے، کیا آپ بتا سکتے ہیں، یہ کون ہیں۔“

”نہیں!“ انسپکٹر جمشید نے فوراً کہا۔

”آپ کا مطلب ہے، آپ نہیں بتائیں گے۔“

”ہاں! میرا مطلب یہی ہے۔“

''گویا آپ بتا سکتے ہیں، لیکن بتائیں گے نہیں۔''

''یہی سمجھ لو۔''

''ارے! کک... کیا یہ... کیا یہ م... اس... تو نہیں۔''

''آؤ! آگے چلیں۔'' انہوں نے کہا۔

ان کی گاڑی آگے بڑھ گئی۔ وہ چند افراد الوداعی انداز میں ہاتھ ہلاتے نظر آرہے تھے... جن میں سے ایک کی آواز انہیں جانی پہچانی محسوس ہوئی تھی... اچانک ان کے منہ سے نکلا:

''ہم... ہم سمجھ گئے۔''

''اچھا بس... خاموش... سامنے دیکھو... کس قدر خوب صورت مناظر ہیں۔''

انسپکٹر جمشید کی آواز نے انہیں جھنجوڑ کر رکھ دیا... وہ زبان سے مولوی اسماعیل احمد کا نام نہیں لے سکتے تھے...

دو دن کی تفریح کرنے کے بعد جب وہ واپس لوٹے... تو ان کا جی چاہا، اس جگہ پر تھوڑی دیر کے لیے رک جائیں... انسپکٹر جمشید نے ان کی آنکھوں میں جھانک کر ان کی خواہش کو بھانپ لیا۔ انہوں نے فوراً اشاروں میں کہا:

''احتیاط اسی میں ہے کہ اب ہم بقیہ تمام زندگی ان سے نہ ملیں۔ اس طرح وہ پرسکون انداز میں اپنی زندگی گزار سکیں گے... اتنا سن لو... گاڑی اتفاقیہ پنکچر نہیں ہوئی تھی... اور بس۔''

اور گاڑی شہر کی طرف رواں دواں تھی۔

---------------☆☆☆-----------

D-83 سائٹ۔ کراچی
فون: 2578273 - 2581720
e-mail: atlantis@cyber.net.pk

ناول سوالات کوئز مقابلہ

الحمدللہ! ناول سوالات کوئز مقابلہ نمبر 3 حاضر ہے۔ کوئز مقابلہ نمبر 1 کے جوابات اور جیتنے والوں کے نام اسی ناول میں ملاحظہ کیجئے۔ اب دیجئے جوابات ان سات سوالوں کے.... اور پایئے اپنی پسندیدہ کتابیں بطور انعام.... اور سوال بھی ناولوں کے اندر سے.... ناولوں سے متعلق.... ناول کی کہانی کے حوالے سے.... سوال پڑھئے... متعلقہ ناول اٹھایئے.... جواب تلاش کیجئے.... تمام جوابات ایک کاغذ پر لکھئے... سوالات کے ساتھ دیا گیا کوپن پُر کیجئے.... اپنے جوابات کوپن کے ساتھ ہمیں ارسال کیجئے... (یاد رکھئے کوپن ساتھ آنا ضروری ہے) آپکے جوابات ہمیں ہر ماہ کی 25 تاریخ تک مل جانے چاہئیں....

تمام سوالات کے صحیح جوابات دینے والوں کو ناولوں پر مشتمل گفٹ پیک انعام دیا جائے گا.... آئندہ ناول میں صحیح جوابات اور جیتنے والوں کے ناموں کا اعلان کیا جائے گا.... یہی نہیں بلکہ مقابلے میں حصہ لینے والے تمام قارئین کے نام بھی شائع کئے جائیں گے.... ہے نا اپنے نام شائع کروانے کا نادر موقع!!

تو اب چلئے اگلے صفحے پر... سوالات پڑھئے اور جوابات دینے کیلئے تیار ہو جایئے اور ہاں.... جوابات کے ساتھ ''کوپن'' بھر کر بھیجنا یاد رکھیں۔

ناول سوالات کوئز مقابلہ نمبر ۳

۱۔ ''**قلعے کا قید خانہ**'' میں انسپکٹر جمشید کس کو پھانسی کے پھندے سے بچاتے ہیں۔

۲۔ ''**وہ کون تھا**'' میں فرزانہ، صدر مملکت سے کس کی چھت پر اتارنے کیلئے ہیلی کاپٹر بھیجنے کیلئے کہتی ہے۔

۳۔ ''**ہیرو کے دشمن**'' میں انسپکٹر جمشید پر کس ملک کو راز فراہم کرنے کا الزام عائد کیا جاتا ہے۔

۴۔ ''**ہوا کے قیدی**'' میں انسپکٹر جمشید کو مخاطب کر کے یہ جملہ کون کہتا ہے؟
''تم ہار گئے ہو انسپکٹر جمشید''

۵۔ ''**پراسرار خوف**'' میں ایک جگہ غلطی سے ''سی ایل آئی'' کو ''سی آئی ایل'' لکھا گیا ہے۔ صفحہ نمبر بتایئے۔

۶۔ '**فائل کا دھماکہ**'' میں عبدالعزیز اصل میں کون تھے؟

۷۔ ''**مجرم منصوبہ**'' میں ملت گھرانے کے سات آدمیوں میں سے کپڑے کی ملوں کے مالک کتنے آدمی تھے اور کون کون تھے؟

نام..

پتہ..

جماعت.................. اسکول/مدرسہ..................

یہ کوپن کاٹ کر جوابات کے ساتھ بھیجئے

اپنے جوابات اس پتے پر ارسال کیجیے۔

D-83 سائٹ۔ کراچی
فون: 2581720 - 2578273
موبائل: 0320-5023398
e-mail: atlantis@cyber.net.pk

ناول سوالات کوئز مقابلہ نمبر ۱ کے جوابات

جواب نمبر ۱ : .... سرفراز احمد خان

جواب نمبر ۲ : .... فاخر منیر

جواب نمبر ۳ : .... عباس ضیاء تگڑ

جواب نمبر ۴ : .... 304 نون روڈ

جواب نمبر ۵ : .... کینیڈا

جواب نمبر ۶ : .... یورینیم

جواب نمبر ۷ : .... بلیک گولڈ

تمام دُرست جوابات بھیجنے والوں کے نام

☆ محمد عزیز انور ڈی ایچ اے اسکول، کراچی۔ ☆ زارق خان دی سٹی اسکول، کراچی۔

☆ احمد فواد بیکن ہاؤس اسکول، لاہور۔ ☆ عبدالرحمٰن مدرسہ جامعہ طیبہ اسلامیہ، کراچی۔

☆ حمیر المقصود جامعہ عائشہ، لاہور۔ ☆ عبداللہ حسن جامعہ مدینہ، لاہور۔

☆ حماد الرحمٰن معہد الخلیل الاسلامی، کراچی۔

﴿درست جواب بھیجنے والے ان تمام قارئین کو انعامی پیکٹ روانہ کیئے جا رہے ہیں۔﴾

ایک غلط جواب بھیجنے والوں کے نام

☆ معیز احمد پلے ہاؤس، کراچی۔ ☆ مبشر تنویر اچھرہ، لاہور۔

☆ ارصا رئیس گرلز اسکول 3-A-5، کراچی۔ ☆ دانش علی خان گورنمنٹ بوائز اسکول، کراچی۔

☆ محمد عمیر مدرسہ نعت الاسلام، کراچی۔

دو غلط جوابات بھیجنے والوں کے نام

☆ فراز احمد — کراچی۔
☆ فرقان مسعود — کراچی۔
☆ آمنہ حق — کراچی۔
☆ بنت محمود — گوجرنوالہ۔
☆ آصف جمیل — فیصل آباد۔
☆ مسعود الحق — ٹوبہ ٹیک سنگھ۔
☆ صفیہ غزل — سانگھڑ۔
☆ سکندر جوکھیو — لاڑکانہ۔
☆ ناصر آئین — جیکب آباد۔
☆ اشتیاق احمد — راولپنڈی۔
☆ غزالہ عمر دراز — مانسہرہ۔
☆ افراسیاب گل — گلگت۔
☆ ولی محمد حیدر — کوٹ اڈو۔
☆ الف گل — مینگورہ۔

☆ مہوش نوید — کراچی۔
☆ عمران سلیم — کراچی۔
☆ اسماء نسیم — کراچی۔
☆ علی عمران — سرگودھا۔
☆ ناظمہ جبیں — فیصل آباد۔
☆ جاوید منظور — حیدرآباد۔
☆ عبدالوحید — سکھر
☆ اسد بھٹو — لاڑکانہ۔
☆ محمد شعیب — کوئٹہ۔
☆ سید شاہ جاکھرانی — دادو۔
☆ محبوب منشی — پشاور۔
اطہر حسین سید — جڑنوالہ۔
صبغت اللہ — حیدرآباد۔

--------☆☆☆---------

دو سے زائد غلط جوابات بھیجنے والوں کی تعداد تین ہزار سات سو باون ہے۔ اتنے زیادہ نام شائع کرنے کیلئے ایک پوری کتاب درکار ہے۔ لہٰذا ان تمام قارئین سے معذرت خواہ ہیں۔

آپ کے خطوط

السلام علیکم! مبارک ہو اب تک آپ کی پندرہ سے اوپر تصنیفات اٹلانٹس پبلکیشنز کی طرف سے شائع ہو چکی ہیں۔ اسلامی کتب، نئے ناول، گزشتہ ناول، قسط وار ناول واہ بھئی واہ اتنے ناول۔ بھئی پانچوں انگلیاں گھی میں اور انعامات بھی۔ یعنی ایک نہ شد دو شد۔ لیکن میں اس وقت پریشان ہو جاتا ہوں جب ناول جلدی نہیں ملتے۔ میں پھر ران پر ہاتھ مار کر دھت تیری کی کہنا چاہتا ہوں...... لیکن میں محمود نہیں ہوں۔ مجھے آپکی طرح ناول لکھنے کا بے حد شوق ہے لیکن کریں جب ناچ نہ جانے تو آنگن ہی ٹیڑھا ہو سکتا ہے۔ ہائیں یہ تو فاروق کے انداز میں بات کر رہا ہوں میں یعنی ناول کے دو اثر ایک ناول پڑھ کر جاسوسی کا مزہ ایک ان کے انداز میں بات کرنا۔ انکل میں آپکو مشورہ بتاؤں لیکن خیال رکھیے میں فرزانہ نہیں ہوں۔ انکل آپ پلیز انسپکٹر جمشید کے ساتھ انسپکٹر کامران مرزا کو بھی سامنے لائیں۔ عرصہ ہو گیا کامران مرزا اور بیگم کامران مرزا سے ملے ہوئے اور آفتاب آصف اور فرحت کی نوک جھوک سنے ہوئے۔ ہاں کوئی زبردست ناول لکھیں لیکن زیادہ سے زیادہ دو یا تین قسطوں پر۔ ورنہ میں بہت.......... خیر چھوڑیں اب اجازت دیں۔

آپ کا قاری: **سید عبدالباسط علی** سرجانی ٹاؤن کراچی۔

☆☆☆

السلام علیکم! اُمید ہے مزاج گرامی ہوں گے بعد از بخیر و عافیت عرض یہ ہے کہ بندہ نے بچوں کا اسلام میں آپ کا اشتہار ملاحظہ کیا۔ عرض یہ ہے کہ بندہ ایک اسٹوڈنٹس میگزین میں ایسا ہی ایک سلسلہ چلا رہا ہے جس میں ہر ماہ تاریخ اسلامی سے کوئی نادر واقعہ پیش کیا جاتا ہے۔ اب تک اس سلسلے کے تحت بندہ تقریباً بیس واقعات دے چکا ہے۔ اگر ان واقعات کو کتابی شکل دی جائے تو کتاب بن سکتی ہے۔ سوال یہ ہے کہ کیا آپ اس کو ادارے کی طرف سے شائع کرنا پسند کریں گے؟ اگر مضامین معیاری ہونے کی صورت میں ہو سکتی ہے تو میں یہ واقعات کس صورت میں آپ کو ارسال کروں؟ اصل مسودہ یا شائع شدہ مضامین کی فوٹو کاپی؟ برائے مہربانی جواب سے جلد مطلع فرمائیں۔

والسلام: **ابو علی عبدالوکیل** ملتان روڈ، لاہور۔

☆☆☆

آپکے خطوط

آپ کا ناول ہیرو کے دشمن ملا ٹائٹل دیکھ کر دل خوش ہوا کہانی شروع کی تو پھر وہی ڈھاک کے تین پات...... پہلے فون کی گھنٹی سے خطرے کی بو آتی تھی اب دروازے کی گھنٹی سے خوف کی بو آتی ہے۔ چلو گھنٹی سے عجلت کا تو پتہ چلتا ہے بیچاری سنسنی خیزی کا کیسے پتہ چلے...... کہانی کا پلاٹ واقعی حالات کے مطابق تھا لیکن خان چاچا کے کردار کی ہمیں سمجھ نہیں آئی اور کاتب کی غلطیوں نے بھی مزہ کرکرا کیا۔ ناول میں سسپنس تو ہے لیکن ایکشن نہ ہونے کے برابر ہے۔ ایک اہم غلطی یہ ہے کہ صفحہ نمبر 18 پر لکھا ہے آئی جی عاقل خان نے گھڑی لی حالانکہ آئی جی شیخ نثار ہے اس غلطی کی تصحیح کریں۔

آپ کا مخلص: محمد صہیب معاویہ ڈیرہ غازی خان

☆☆☆
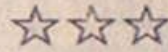
السلام علیکم! میں نے اپنے دوست سے لے کر آپ کے صرف دو ناول پڑھے جو بے حد پسند آئے۔ اور دل چاہا کے آپ کے اور جاسوسی ناول پڑھوں۔ اپنی اس خواہش کو پورا کرنے کے لئے میں نے اپنے شہر بہاولپور میں موجود کافی بک اسٹالز سے پتہ کیا لیکن ناکامی کا سامنا ہوا لیکن جب میں نے ''بچوں کا اسلام'' کے شمارہ نمبر 92 پر موجود آپ کا اشتہار پڑھا تو کامیابی کی کرن نظر آئی چونکہ میں سعودی عرب سے یہاں پہلی بار آیا ہوں اس لئے اس شہر کے زیادہ بک اسٹال نہیں دیکھے۔ اور اپنی خواہش کو پورا کرنے کے لئے یعنی آپ کے ناول حاصل کرنے کے لئے خط لکھ رہا ہوں آپ نے اپنے اشتہار کے نیچے لکھا ہے کہ ''مکمل فہرست حاصل کرنے کے لئے خط لکھیں'' اسلیئے آپ مہربانی فرما کر اور تھوڑی سی تکلیف کر کے اپنے ناولز کی فہرست بھیج دیں تا کہ مجھے جو چاہئے ہو آپ سے منگوا سکوں۔ میں آپ کو پہلی بار خط لکھ رہا ہوں اور امید کرتا ہوں کہ آپ میرے خط کو ضرور وقت دیں گے۔

درخواست گزار: طاہر محمد اقبال بہاولپور

☆☆☆

جناب عالی! جیسے ہی میں نے آپ کے ناول پڑھنے میں فوراً جواب لکھ دیئے ہیں مگر آپ کے ناول فائل کا دھماکہ، بلیک گولڈ اور چالباز مجھ غریب تک نہیں پہنچ سکے۔ اسلیئے میں نے فائل کا دھماکہ اور چالباز ناول کے جواب نہیں دیئے۔ مہربانی فرما کر انعام میں دے دیں۔ اگر ان دونوں ناولوں کی قیمت آپ کے انعام سے زیادہ ہے تو مجھے اطلاع کر دیں جتنے پیسے اور چاہیں میں آپ کو بھیج دوں گا۔

درخواست گزار: حافظ عبداللہ اکرام

☆☆☆
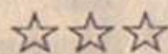
اشتیاق احمد کی دلچسپ اور حیرت انگیز کتابیں

نام کتاب	تعداد	نام کتاب	تعداد	نام کتاب	تعداد
قومی ہیرو کے دشمن -/29		قلعے کا قید خانہ (مکمل قیامت کا دوسرا حصہ) -/29		صحابہ کے شاہکار واقعات -/29	
فائل کا دھماکہ -/29		عمارت میں بم -/29		صحابہ کے انوکھے واقعات -/29	
بلیک گولڈ -/29		پنسل کے شکار -/29		صحابہ کے حیرت انگیز واقعات -/29	
ہمشکل سازش -/29		بلی کا خوف -/29		خوف کا بم -/29	
آپریشن الورا -/29		پراسرار خط -/29		سونے کی کار -/29	
مجرم منصوبہ -/29		موت کا پھندا -/29		کہانی کا قتل -/29	
دائرے میں خوف -/29		انوکھی چوری -/29		آگ کی مورتی -/29	
چالباز -/29		ڈاکو کا وار -/29		فاکا سارے -/132	
پراسرار خوف -/29		موت کا جزیرہ -/29		دلدل کا سمندر -/132	
ہوا کے قیدی -/29		گولیوں کی وباء -/29		خزانے کا طوفان -/132	
ہولناک لمحے -/29		حویلی کا خط -/29		وادیٔ دہشت -/132	
ایک سازش ایک جال -/29				سازش کا اژدہا -/132	
وہ کون تھا (مکمل قیامت کا پہلا حصہ) -/29				اژدہے کی اٹھان -/132	
				اژدہے کی لپیٹ -/132	
				ملاشا کا زلزلہ -/132	

تین سو روپے اور زائد آرڈر پر ڈاک خرچ اٹلانٹس پبلکیشنز ادا کریگا۔ اس سے کم کے آرڈر پر آپ کو مطلوبہ کتب کی کل رقم کے علاوہ 30 روپے بطور ڈاک خرچ بھی ادا کرنا ہوگا۔

یہ تمام ناول آپ اٹلانٹس پبلکیشنز D-83 سائٹ کراچی کے نام مطلوبہ رقم کا منی آرڈر / پے آرڈر ارسال کر کے منگوا سکتے ہیں۔

D-83 سائٹ۔ کراچی
فون: 2581720 - 2578273
موبائل: 0320-5023398
e-mail: atlantis@cyber.net.pk

بہت ہی مزیدار، دلچسپ، حیرت انگیز، مہماتی، سنسنی خیز، ہنگامہ آراء، جاسوسی سے بھرپور ایڈونچر اسٹوریز ....

یہ ہیں محمود، فاروق، فرزانہ کے ایڈونچرز... یہ تین بچے آپکی ہی طرح اور آپ کے ہی ہم عمر ہیں.... آپ ہی کی طرح اسکولوں میں پڑھتے ہیں.... مگر ہیں ایڈونچرز اور مہم جوئی کے شوقین.... اپنے والد انسپکٹر جمشید جو سی آئی ڈی آفیسر ہیں کے ساتھ مل کر یہ بڑے بڑے حیرت انگیز اور خطرناک کارنامے انجام دیتے ہیں۔

تو پھر اپنے ان تین ننھے دوستوں محمود، فاروق اور فرزانہ سے ملاقات کیلئے ....

ان کے نئے ایڈونچرز کے قصے جاننے کیلئے اُن کی اسٹوری بکس آج ہی گھر لائیے اور پڑھیئے۔ لیکن اپنا ہوم ورک ختم کرنے اور ٹیسٹ کی تیاری کرنے کے بعد.... فارغ ہو کر۔

اپنے ابو سے کہیں کہ آپ کو محمود، فاروق، فرزانہ اور انسپکٹر جمشید کی ایڈونچر اسٹوریز لا کر دیں۔

D-83 سائٹ۔ کراچی
فون: 2578273 - 2581720
e-mail: atlantis@cyber.net.pk